مقررات إدارة كنز المدارس

أُصُولُ الشَّاشِي

لنظام الدين أبي علي أحمد بن محمد بن إسحاق الشاشي
المتوفى سنة ٣٤٤ھ

مع حاشيته

أَحْسَنُ الحَوَاشِي

تقديم
المدينة العلمية (دعوت اسلامى)
Islamic Research Center
R&D Kanz-ul-Madaris Board

مكتبة المدينة
MAKTABA TUL MADINAH
التابعة
لمركز الدعوة الإسلامية

CamScanner

اُصُولُ الشّاشی

خطبہ: تمام تعریفیں اللہ پاک کیلئے ہیں جس نے اپنے کریم خطاب کے ذریعے مؤمنین کے درجوں کو بلند کیا اور اپنی کتاب کے معنی جاننے والوں کے درجات کو بلند کیا اور انہیں سے مجتہدین کو خاص کیا اپنے ثواب اور اور درستگی کی زیادتی کے ساتھ

اور درود ہو حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کے اصحاب پر اور سلام ہو امام اعظم پر اور ان کے احباب پر

حمد اور صلاۃ کے بعد بے شک فقہ کے چار اصول ہیں

① کتاب اللہ تعالیٰ ② سنۃ رسول ③ اجماع امت ④ قیاس

تو ضروری ہے ان اقسام میں سے ہر ایک میں بحث کرنا تاکہ اس بحث کے ذریعے احکام (مسائل) نکالنے کے طریقے کو جانا جائے۔

سوال: کتاب اللہ کے خاص اور عام کی تعریف بیان کیجئے؟

خاص کی تعریف: ایسا لفظ جو معلوم معنٰی یا معلوم شیء کیلئے وضع کیا گیا ہو انفرادی طور پر۔ جیسے فرد کی تخصیص میں ہمارا "زید" کہنا۔ نوع کی تخفیف میں "رجل" کہنا اور جنس کی تخصیص میں "انسان" کہنا۔

عام: ہر وہ لفظ جو افراد کی پوری جماعت کو شامل ہو لفظاً ہو یا معنی
(مسلمون) و (مشرکون) اور (من) و (ما)

سوال نمبر ۲: خاص کا حکم تحریر کریں؟

ضروری طور پر کتاب اللہ کے خاص پر عمل کرنا واجب ہے۔ اگر خاص کے مدمقابل خبر واحد یا قیاس آجائے تو اگر ان دونوں کو جمع کرنا ممکن ہو بغیر خاص کے حکم میں تبدیلی آئے تو دونوں پر عمل کیا جائے گا اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو خاص پر عمل کیا جائے گا اور جو اس کے مقابل ہو گا اسے چھوڑ دیا جائے گا۔

سوال نمبر ۳: (یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ) کے تحت اختلاف امام اعظم اور امام شافعی رحمہما اللہ ذکر کیجئے؟

لفظ "ثلاثة" عدد معلوم کی تعریف میں خاص ہے پس اس پر عمل کرنا واجب ہے، اگر قروء کو اطہار پر محمول کیا جائے جیسے امام شافعی نے فرمایا اس اعتبار سے کہ لفظ طہر مذکر ہے اور حیض مؤنث اور کتاب اللہ میں ممیز لفظ تانیث کے ساتھ آیا ہے جمع کی تمییز کے ساتھ جو کہ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ تمییز جمع مذکر آئی ہے۔ اور وہ طہر ہے۔ امام شافعی کے قول پر عمل کرنے کی صورت میں خاص کے عمل کا ترک لازم آ رہا ہے۔ اس لیے کہ قروء کو طہر پر محمول کرنے سے دو طہر پورے حاصل ہو رہے ہیں اور تیسرے کا بعض ہے (جس میں طلاق واقع ہوئی ہے)

سوال نمبر ۴: عدت والے اختلاف سے کون کون سے مسئلے تخریج پاتے ہیں؟

تیسرے حیض میں رجوع کرنے کا حکم (عندنا) اور رجوع نہ کرنے کا

(خ)

حکم (عندہ) کسی دوسرے سے نکاح درست ہونا (عندہ) نکاح کا باطل ہونا (عندنا) دو لینے اور طلاق دینے اور رہائش دینے اور خرچہ دینے اور خلع اور طلاق دینے اور عورت کی بہن کے ساتھ شوہر کا شادی کرنے اور اس کے علاوہ چار کو رکھنے کا حکم اور وراثت کے احکام اپنے کثیر جزئیات کے ساتھ معلوم ہوئے۔

سوال کہ مہر کی مقدار کے حوالے سے کیا اختلاف ہے؟

اللہ پاک کا فرمان "قد علمنا ما فرضنا علیھم فی أزواجھم" یہ آیت (مہر کی) شرعی مقدار میں خاص ہے۔ تو اس کے عمل کو ترک نہیں کیا جائے گا اس اعتبار سے کہ نکاح عقد مالی ہے پس نکاح میں عقود مالیہ کا اعتبار کیا جائے گا (یعنی بیع وشرا) کی طرح۔ نکاح میں مال کی مقدار (مہر) زوجین کی رائے کے مطابق ہوگا (شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک کم کی کوئی مقدار نہیں جیسے خرید و فروخت میں جس طرح باہم طے ہو جاتے)

اور امام شافعی نے مسئلہ بیان کیا کہ نفل عبادت کیلئے خلوت نشینی اختیار کرنا نکاح میں مشغول ہونے سے افضل ہے (کیونکہ نکاح عقد مالی ہے اور دنیوی چیز ہے)

سوال امام شافعی رحمہ اللہ نے مہر کی مقدار کو بیع وشرا سے تعبیر کر کے کیا مسائل استنباط فرمائے؟

امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک شوہر جس طرح چاہے نکاح کو طلاق کے ذریعے باطل کر سکتا ہے ایک ساتھ یا الگ اور تین طلاق یکبارگی دینا (ایک ہی جملے میں) اس کو مباح فرمایا اسی طرح امام شافعی علیہ الرحمہ نے خلع کے ذریعے نکاح کو

قابلِ فسخ فرمایا (جبکہ ہمارے نزدیک خلع ایک طلاق بائن ہے)

سوال ۲: عاقلہ بالغہ عورت کا بغیر اذن ولی نکاح کرنے کے جواز کا ثبوت تحریر فرمائیے؟

اللہ پاک کا فرمان "حتّٰی تنکح زوجاً غیرہ" یہ آیت عورت کی جانب سے عقدِ نکاح کے وجود/ثبوت میں خاص ہے۔ تو اس پر عمل کو ترک نہیں کیا جائے۔ بمقابل اس حدیث کے کہ جس میں فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے

"أيّما امرأة نكحت نفسها بغير اذن وليّها فنكاحها باطل باطل باطل"

(پس اس حدیث کو ترک کر دیا جائے گا ویسے بھی اس کی راویہ سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں لیکن ان کا عمل یہ تھا کہ انہوں نے عبد الرحمن بن عوف کی بیٹی کا نکاح اُن کی غیر موجودگی میں کیا تھا تو اصولِ حدیث کی روشنی میں بات یہ ہے کہ اگر راوی کا اپنا عمل روایت کے خلاف ہو تو ما قبل مروی روایت کو منسوخ مانا جائے گا۔ اور عمل کو لیا جائے گا)

سوال ۳: "حتی تنکح زوجاً غیرہ" سے کون کون سے مسئلے معلوم ہوتے ہیں؟

ہمارے نزدیک جب بالغہ کا نکاح بغیر اذن ولی درست ہے تو نکاح کے بعد وطی کا حلال ہونا۔ مہر کا لازم ہونا اور اسی طرح نفقہ و رہائش اور طلاق کا واقع ہونا اگر تین طلاقیں ہوگئی تو کسی دوسرے سے نکاح کا حلال ہونا

لیکن متأخرین شوافع ہمارے قول کی رعایت کرتے ہیں احتیاط کے پیشِ نظر

(5)

عام کی بحث

سوال: عام کی قسموں کے نام مع تعریفات قلم بند کریں؟

عام کی دو قسمیں ہیں

① عام غیر مخصوص البعض

وہ عام جس میں کسی کو خاص نہ کیا گیا ہو

عام کی یہ قسم عمل کے لازم ہونے کے حق میں خاص کے درجے میں ہے ضروری طور پر

② عام مخصوص البعض

ایسا عام جسمیں بعض افراد کو خاص کیا گیا ہو۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے بقیہ افراد میں عمل کرنا واجب ہے مع الاحتمال کے۔

عام غیر مخصوص البعض

سوال: "فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا" اس آیت کے متعلق احناف اور شوافع کا مذہب لکھیں؟

ہمارے نزدیک چور کے پاس جب چوری کا سامان ھلاک ہو گیا تو جب اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا تو اس پر تاوان واجب نہیں ہوگا، کیونکہ ہاتھ کاٹنا یہ اس تمام کی جزاء ہے، بدلہ ہے جو سارق نے مسروق سے کمایا اور آیت میں کلمہ "ما" عامہ ہے جو اس تمام کو شامل ہے کہ جو بھی چور کے پاس پایا گیا۔

اگر شوافع کے قول کو لیا جائے تو تاوان کے واجب ہونے کی صورت جزاء مجموعہ ہو جائے گی (① ہاتھ کاٹنا ② تاوان لینا)۔ تو غصب پر قیاس کرتے ہوئے عام کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

سوال: عند الفقہاء "کلمہ "ما" عامۃ ہے" دلیل کے ساتھ وضاحت لکھیں؟

فرمان امام محمد رحمۃ اللہ جب آقا مولی نے اپنی لونڈی

سے کہا "إن كان ما في بطنك غلاما فأنت حرة" جو بھی تیرے پیٹ میں ہے اگر تو وہ لڑکا ہے تو تو آزاد ہے پس لونڈی نے ایک لڑکا اور ایک لڑکی جنی تو وہ آزاد نہیں ہے

سوال نمبر: کلمہ "ما" عامۃ کے ثبوت پر قرآن پاک سے کوئی مثال بیان کیجئے؟

فرمایا "فاقرؤوا ما تيسر من القرآن" بے شک یہ حکم پورے قرآن میں عام ہے کہ مکمل قرآن کریم سے جو میسر آئے تو اس کی تلاوت کرو

لہٰذا "عموم کی ضرورت کے پیش نظر فاتحہ ہی کی قرأت پر نماز کے جائز ہونے کا توقف (انحصار) نہ ہونا" نظر خانی

جبکہ حدیث مبارکہ میں آیا کہ فرمایا صلی اللہ علیہ والہ وسلم "لا صلاة الا بفاتحة الكتاب"

تو ہم نے آیت اور حدیث پر اس طرح عمل کیا کہ اس کی وجہ سے حکم کتاب نہ بدلے اس طرح کہ ہم حدیث مبارکہ کو نفی کمال پر محمول کرتے ہیں (یعنی بغیر فاتحہ نماز کامل نہیں ہے)

بحکم قرآنی مطلق قرأت فرض ہے اور بحکم حدیث فاتحہ پڑھنا واجب ہے

سوال نمبر: ذبیحہ پر عمدا اور ناسیا تکبیر چھوڑنے والے اصول کی وضاحت کریں؟

فرمان باری تعالیٰ

"ولا تأكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه"

بے شک یہ آیت جان بوجھ کر تسمیہ چھوڑے گئے جانور کی حرمت ثابت کر رہی ہے / اس آیت سے ثابت ہو رہی ہے۔

جبکہ حدیث مبارکہ میں آیا کہ سرورکائنات سے عمداً تسمیہ چھوڑ دے گئے
جانور کی قربانی سے متعلق سوال عرض کیا گیا تو فرمایا
"کلوہ فإن تسمیۃ اللہ تعالیٰ فی قلب کل امرئ مسلم"
اب آیت وحدیث کے درمیان موافقت پیدا کرنا ممکن نہیں
اس وجہ سے کہ اگر جان بوجھ کر تسمیہ کے ترک کی وجہ سے ذبیحہ
کو حلال ثابت ہو تو ضرور بھولے سے تسمیہ کے چھوڑنے سے ذبیحہ
حلال ثابت ہوگا۔
پس اس طرح کتاب کا حکم اٹھ جائے گا تو حدیث کو ترک کر دیا

سوال ۶: " وامّھٰتکم الّٰتی أرضعنکم" کے تحت مذہب احناف و
شوافع کی وضاحت کریں؟
یہ قول/فرمان/آیت اپنے عموم کی وجہ سے دودھ پلانے والی عورت
کے حرمتِ نکاح کا تقاضہ کر رہی ہے جبکہ حدیث میں فرمایا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
("لا تحرم المصّۃ ولا المصّتان ولا الإملاجۃ ولا الإملاجتان")
حدیث مبارکہ کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ آیت وحدیث میں مطابقت نہیں
ہو رہی ہے۔

عام مخصوص البعض
وہ عام جس سے بعض افراد کو خاص کیا گیا ہو تو اس کا
حکم یہ ہے کہ اس کے باقی میں عمل کرنا واجب ہے احتمال کے ساتھ
تو جب بقیہ کی تخصیص پر دلیل قائم ہو جائے تو خبر واحد اور
قیاس کے ذریعے ان کی (مزید) تخصیص بھی جائز ہے۔

سوال ۷: دلیل مخصّص کا بعض مجہول یا معلوم کو نکالنے کی وضاحت کریں؟
اگر دلیل مخصّص بعض مجہول کو نکالے تو ہر فرد معیّن میں

احتمال ثابت ہوگا کہ ممکن ہے کہ بقیہ عام کے حکم کے تحت داخل ہو اور ممکن ہے کہ بقیہ دلیل مخصوص کے حکم کے تحت داخل ہو تو ان کی دونوں طرف برابر ہیں۔ اگر دلیل قائم ہوجائے اس بات پر کہ کہ مکمل سے فرد معین جو دلیل مخصوص کے تحت داخل ہیں تو تخصیص کی جانب ترجیح پاجائے گی

اور اگر دلیل مُخصِّص بعض معلوم افراد کو نکالے تو ممکن ہے کہ ان بعض افراد کا نکالا جانا کسی علّت کے پائے جانے کی وجہ سے ہے تو جب اس علّت کے وجود پر دلیل شرعی قائم ہوجائے فرد معین کے غیر میں تو تخصیص کی جہت ترجیح پاجائے گی تو اس کے ذریعے عمل کیا جائے گا احتمال کے موجود ہونے کے ساتھ۔

فصل فی المطلق والمقیّد

سوال: مطلق کا حکم تحریر کیجئے؟

احناف کے نزدیک جب کتاب اللہ کے مطلق پر عمل کرنا ممکن ہو تو خبر واحد اور قیاس کے نزدیک مطلق پر زیادتی جائز نہیں۔

سوال: وضوء میں اعضاء دھونے اور نیت اور ترتیب وغیرہ کیا چیز کہاں سے ثابت ہے

فرمایا "فاغسلوا وجوھکم" اس آیت کے ذریعے مطلقاً غسل کے دھونے کا حکم دیا گیا تو خبر کے ذریعے اس پر نیت اور ترتیب اور پے درپے اور تسمیہ کی شرط کو زیادہ نہیں کیا جائے گا۔ لیکن حدیث مبارکہ پر اس طرح عمل کیا جائے گا کہ کتاب اللہ کے مطلق کا حکم نہ بدلے مطلقاً دھونا فرض ہے جو کتاب اللہ سے ثابت ہے اور نیت کرنا سنت ہے بحکم حدیث۔

سوال نمبر ۷: زانی اور زانیہ کو سو کوڑے مارنے اور حسب حال جلا وطن کرنے کا ثبوت دیجئے؟

فرمایا "الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة"

یہ تنہا کتاب اللہ سے مطلق سو کوڑے لگانا پھر اس پر جلا وطنی

کو زائد نہیں کیا جائے گا جو کہ حدیث میں فرمایا "البكر بالبكر جلد مائة و

تغریب عام"

بلکہ حدیث مبارکہ پر بھی عمل کیا جائے گا لیکن اس طرح کہ سو کوڑے حد

شرعی تو قرآن سے ثابت ہے اور ایک سال کی جلا وطنی جو کہ بحکم حدیث

ہے اسے حاکم، قاضی پر چھوڑا جائے گا وہ جیسے کرے۔

سوال نمبر ۸: قرآن کریم میں تو مطلقاً طواف کرنے کا حکم ہے تو وجوب وضوء کا حکم کہاں سے ہے؟

"وليطوفوا بالبيت العتيق" کعبہ معظمہ کے طواف کے

ذکر میں یہ آیت مطلق ہے،

حدیث کی وجہ سے اس پر وضوء کی شرط کو زائد نہیں کیا جائے گا

(الطواف بالبيت صلاة)، بلکہ قرآن پاک کے حکم پر اس طرح عمل کیا جائے گا

کہ حکم کتاب نہ بدلے اس طرح کہ مطلقاً طواف بحکم کتاب فرض ہے اور

وضوء واجب ہے حدیث پاک کی وجہ پس واجب وضوء کے ترک کی وجہ سے

لازم ہونے والے نقصان کو دم کے ذریعے مکمل کیا جائے گا

سوال نمبر ۹: تعدیل ارکان کا ثبوت کہاں سے ہے؟ وضاحت بیان ہو؟

رکوع جو کہ مطلقاً "الانحناء" ہے قرآن سے ثابت ہے

فرمایا "واركعوا مع الراكعين" یہ آیت تذکرہ رکوع میں مطلقاً

ہے حدیث کی وجہ سے تعدیل کی شرط کو زیادہ نہیں کیا جائے گا

لیکن حدیث مبارکہ پر اس طرح عمل کیا جائے گا کہ قرآن کا حکم نہ بدلے

وہ یوں کہ مطلقاً رکوع کتاب سے ثابت ہے فرض ہوا اور

تعدیل حدیث مبارکہ کی روشنی سے واجب ہے۔

سوال ۱۵: ماء زعفران کے ہوتے ہوئے وضو جائز کیوں نہیں ہے؟ مع دیگر وضاحت (کی جگہ تیمم)

زعفران کے پانی سے وضو جائز ہے ہر وہ پانی جس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو اور اس نے پانی کے ایک وصف کو بدل دیا ہو تو اس سے وضو جائز کیونکہ تیمم کی طرف جانے کی شرط اس وقت ہے جب ماء مطلق نہ ہو اور یہاں ماء مطلق باقی ہے۔ زعفران کی طرف پانی کی اضافت کرنے سے پانی کا نام اس سے زائل نہیں ہوا بلکہ اس کے ساتھ (برابر) ہے۔

پس ماء زعفران ماء مطلق کے حکم میں داخل ہے۔ صنزل من السماء کی صفت پر ماء کے باقی رہنے کی شرط قید ہے اس مطلق کیلئے اور اسی کے ذریعے ماء زعفران، ماء صابون، ماء اشنان کا حکم تخریج کیا

اعتراض کیا جاتا ہے کہ ماء زعفران میں لفظ ماء ہے اور اس کی اضافت ہے تو وہ پانی ماء مطلق تو ماء نجس میں بھی ماء موجود ہے

اور اس سے ماء نجس کا حکم بھی معلوم ہوا بقولہ تعالیٰ (وَلٰکِن یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَکُمْ) اور نجس یہ تو طہارت کا کام بھی نہیں دیتا ہے

سوال ۱۶: "تحصیل حاصل محال" ہونے کی مثال کیا ہے؟

مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوا کہ وضو کے واجب ہونے کیلئے حدث شرط ہے۔ کیونکہ حدث کے بغیر (یعنی وضو کی حالت میں) طہارۃ حاصل کرنا محال ہے۔

سوال ۱۷: ظہار کا کفارہ دیتے ہوئے اگر دوران کفارہ بذریعہ (روزہ/اطعام) شوہر نے تعلقات زوجیت قائم کر لیے تو کیا حکم ہے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "مُظاهر اگر مساکین کو کھانا کھلانے کی مدت میں اپنی عورت سے جماع کرے تو اس کا اطعام باطل نہ ہوگا۔

کیونکہ کھانا کھلانے کے ذریعے کفارہ ادا کرنے کے وقت میں کتاب اللہ مطلق ہے (وطی کی قید نہیں) جبکہ روزہ یا غلام کے ذریعے کفارہ ادا کرنے کی صورت میں جماع کی قید ہے منع ہے ورنہ کفارہ جتنا ادا ہو گیا باطل ہو جائے گا)

CamScanner

(11)

المطلق يجري على إطلاقه
المقيّد يجري على تقييده

تو اطعام کو روزہ پر قیاس کرتے ہوئے عدم مسیس (جماع نہ کرنے) کی شرط کو زیادہ نہیں کیا جائے گا (شافعی مذہب کے نزدیک جب کفارے کے ایک فرد میں شرط آ گئی تو وہ تمام افراد میں مانی جائے گی) (مجادلة: 03)

سوال 49 ظہار۔ یمین۔ قتل کون کون سے کفارے میں غلام کا مسلمان ہونا یا نہ ہونا شرط ہے

ظہار اور قسم کے کفارہ میں رَقَبَۃ (گردن چھڑانا) مطلق ہے پس قتل کے کفارے پر قیاس کرتے ہوئے ظہار اور قسم کے کفارے میں ایمان کی شرط کو نہیں زیادہ کیا جائے گا۔

اعتراض (01)

سوال 50 قرآن پاک میں تو "بعض سر کے مطلق مسح" کا ذکر ہے تو تم نے اسے چوتھائی (ناصیۃ) کے مقیّد کر دیا ہے۔

مسح کے باب میں یہ حکم (الکتاب کا) مطلق نہیں ہے (کہ جس حکم کے افراد بنتے ہوں تو اس کے کسی فرد کو لانے والا مأمور بہ (جس کا کام دیا گیا) کو لانے والا کہلائے گا)

اعتراض (02)

سوال 51 نکاح کے ذریعے حرمت غلیظہ کے ختم ہونے کے متعلق کتاب مطلق ہے اور تم نے رفاعہ کی عورت والی حدیث کے ذریعے دخول کے ساتھ مقیّد کر دیا

دلیل 1 نص میں موجود لفظ "نِکَاحٌ" یعنی "تَنْکِحُ" وطی پر محمول کیا گیا ہے کیونکہ لفظ "زَوْجًا" سے عقدِ نکاح کا فائدہ حاصل ہو رہا ہے۔

دوسری دلیل 2 زوج ثانی کے ساتھ دخول کی قید حدیث سے ثابت ہے اور انہوں نے اس حدیث کو حدیث مشہورہ میں لیا

تو ان پر لازم نہیں آتا ہے خبر واحد کے ذریعے کتاب کو مقیّد کرنا۔

فصل فی المشترک والمؤوّل

سوال نمبر ۱: مشترک کی تعریف مع امثلہ کیا ہے؟

وہ لفظ جسے دو مختلف معنی کیلئے یا چند معنی کے مختلف حقائق کیلئے وضع کیا گیا ہو

امثلہ: لفظ "جَارِیَۃ" تو یہ لفظ (الأمۃ اور السفینۃ) دونوں کو شامل ہے

لفظ "مُشْتَرِی" تو یہ لفظ (عقد بیع کرنے والے اور کوکب السماء) دونوں کیلئے بولا جاتا ہے

لفظ "بَائِن" تو یہ لفظ (بین فرق اور بیان ظہور) دونوں کا احتمال رکھتا ہے

سوال نمبر ۲: مشترک کا حکم بیان کرو؟

جب دلائل میں سے کسی دلیل کے ذریعے مشترک کا ایک معنی متعین ہو جائے درحال یہ کہ وہ مراد ہو تو اس کے غیر کے مراد کا اعتبار ساقط ہو جاتا ہے۔

اسی وجہ سے علماء نے اجماع فرمایا کہ قرآن پاک میں موجود لفظ "قُرُوْء" (ثَلَاثَۃَ قُرُوْءٍ) کو محمول کیا گیا ہے حیض پر یا طہر پر

سوال نمبر ۳: اعلیٰ موالی اور اسفل موالی کی تفصیل اور وصیت کا حکم؟

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "جب کسی نے بنی فلاں کے موالی کیلئے وصیت کی حالانکہ بنی فلاں کا اعلیٰ موالی بھی ہے اور اسفل موالی بھی۔ تو موصی انتقال کر گیا تو اس کی وصیت باطل ہو گئی دونوں فریقین کے حق میں علت یہ ہے کہ دونوں کو وصیت میں جمع کرنا محال ہے۔ عموم مشترک نہ پائے جانے اور عدم رجحان کی وجہ سے

سوال نمبر ۴: بقول امام اعظم اس جملے پر "أَنْتِ عَلَيَّ مِثْلُ أُمِّي" ظہار ہوگا یا نہیں؟

یہ جملہ/لفظ کرامت (کریم) اور حرمت کے درمیان مشترک ہے تو نیت کا اعتبار کیے بغیر حرمت کی جہت کو ترجیح نہیں دی جائے گی۔

سوال کے: مُحرِم نے شکار کیا تو مثل صوری واجب ہوگی یا مثل معنوی؟ اللہ پاک کا فرمان "فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ"

شکار کی جزاء میں اس کی نظیر (مثل صوری) واجب نہیں ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ مثل مشترک ہے مثل صوری اور مثل معنوی کے درمیان۔ مثل معنوی وہ قیمت ہے اور تحقیق نص میں موجود مثل کو مثل معنوی مراد لیا گیا کبوتر اور چڑیا اور نحو ہما کے قتل میں پس یہاں مثل کو صورۃً کی مراد سے زیادہ نہیں کیا گیا۔ کیونکہ مشترک کیلئے عموم اصلاً بالکل نہیں ہے تو مثل صوری کا اعتبار ساقط ہو جائے گا جمع کے محال ہونے کی وجہ سے۔

سوال ط: مؤوّل کی تعریف اور حکم تحریر کیجئے؟

جب ظن غالب کی وجہ سے مشترک کا بعض معانی ترجیح پا جائے تو وہ مؤوّل ہے۔

مؤوّل کا حکم یہ ہے کہ غلطی کے احتمال کے ساتھ اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔

سوال ی: مؤوّل کی کوئی مثال پیش کریں؟

پہلی مثال: شرعی احکام میں مؤوّل یہ ہے کہ جو ہم نے کہا جب بیع میں ثمن کو مطلق رکھا تو ثمن شہر کی نقد غالب پر ہوگا اور یہ تاویل کے طریقے سے ہے۔ اور اگر سکے مختلف ہوں تو بیع فاسد ہوگی۔

دوسری تیسری چوتھی مثال: آیت میں موجود اَقراء کو حیض پر محمول کرنا اور لفظ "نکاح" (نکاح) کو وطی پر محمول کرنا اور مذاکرہ طلاق کی حالت میں کنایات طلاق کو طلاق پر محمول کرنا اسی قبیل سے ہے۔

اسی پر ہم نے کہا "وہ دین جو زکوۃ سے رکاوٹ ہے/مانع ہے تو اسی

دین کو دو مالوں میں سے آسان مال کی طرف پھیر دیا جائے گا۔ قرض کی ادائیگی کیلئے

سوال: دین کو آسان مال کیطرف پھیرنے کے متعلق امام محمد رحمۃ اللہ نے کیا مسئلہ نکالا؟

امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جب کسی مرد نے ایک نصاب مہر پر کسی عورت سے شادی کی اور اس کے پاس ایک نصاب بکریوں کا ہے اور ایک نصاب درھم (مال) کا ہے تو دین کی ادائیگی کو درہم کیطرف پھیر دیا جائے گا یہانتک اگر دونوں پر سال گزر گیا تو امام محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک غنم میں زکوۃ واجب ہوگی جبکہ درھم میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی کیونکہ وہ دین میں مستغرق ہے

سوال: مفسّر کی تعریف لکھیں؟ مع وضاحت

متکلّم کی جانب سے آنے والے بیان کے ذریعے اگر مشترک کے بعض معنی ترجیح پا جائے تو وہ مفسر ہوگا۔

مفسر کا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا یقینی طور پر واجب ہے

مثال کے طور پر

کسی مرد نے کہا کہ "مجھ پر بخارہ شہر کے سکوں میں سے فلاں کے دس درھم ہیں"

اس کا یہ کہنا "من نقدِ بخارا" اس کے جملے کی تفسیر ہے اگر وہ مرد یہ جملہ نہ بولتا تو ضرور اسے تاویل کے طریقے سے شہر کے غالب نقد کی طرف پھیر دیا جاتا لیکن اس تحول میں مفسر ترجیح پا گیا ہے تو اب شہر کے نقد غالب واجب نہیں ہیں بلکہ بخارا کے سکے واجب ہیں۔

فصل فی الحقیقۃ والمجاز

سوال: حقیقت اور مجاز کی تعریف لکھیں؟

ہر وہ لفظ جس کو لغت کے واضع نے کسی شی کے مقابلے میں اس کو وضع کیا ہو تو وہ لفظ اس شی کیلئے حقیقت ہے اور اگر وہ اس کے غیر میں استعمال کیا جائے تو وہ مجاز ہے حقیقت نہیں۔

سوال ۲۵: کیا حقیقت اور مجاز دونوں جمع ہو سکتے ہیں؟

حقیقت اور مجاز جمع نہیں ہو سکتے ہیں کہ ایک حال میں (ایک وقت میں) ایک لفظ سے دونوں کو مراد لیا جائے

سوال ۲۶: حقیقت اور مجاز کا اجتماع نا ممکن ہونے پر امثلہ تحریر کریں؟

پہلی مثال حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرمان سے صاع میں جو داخل ہے جب اس کو مراد لیا گیا تو نفسِ صاع کا اعتبار ساقط ہو جائے گا تو ایک کی بیع کرنا دو کے بدلے میں جائز ہے

دوسری مثال جب آیتِ ملامسۃ سے جماع مراد لے لیا گیا تو ہاتھ کے ذریعے چھونے کا اعتبار ساقط ہو جائے گا۔

سوال ۲۷: غلاموں کے آزاد کرنے میں حقیقت اور مجاز کی مثال تحریر کریں؟

جب کسی مرد نے اپنے موالی (غلاموں) کیلئے وصیت کی اور وہ غلام ہیں جو کو اس نے آزاد کر دیا اور غلاموں نے آگے کسی کو آزاد کیا تو مرد کی وصیت اپنے غلاموں کیلئے ہے (کیونکہ یہ حقیقت ہیں) نہ کہ غلاموں کے آزاد کردہ غلاموں کیلئے۔

سوال ۲۸: حربی اگر امان چاہے تو کس صورت میں کون کون داخل ہونگے؟

اہل حرب نے اگر اپنے والدین کی امان چاہی تو امان میں ان کے دادے نانے داخل نہیں ہونگے

اگر اہل حرب نے اپنے ماؤں کیلئے امان چاہی تو دادیاں نانیاں داخل نہیں ہونگی۔ اسی بنا پر ہم نے کہا جب کسی مرد نے بنی فلاں کی کنواری / باکرہ کیلئے وصیت کی تو وہ عورتیں وصیت کے حکم میں داخل نہیں ہونگی جس کا کنوارہ پن زنا کے ذریعے زائل ہو چکی ہو۔
(بکارت)

اگر کسی مرد نے وصیت کی بیٹوں کیلئے درحال یہ کہ اس کے اپنے بیٹے بھی ہیں اور بیٹوں کے بیٹے یعنی پوتے بھی ہیں تو اس مرد کی وصیت اس کے اپنے بیٹوں کیلئے ہے نہ کہ پوتوں کیلئے۔

اگر کسی مرد نے قسم کھائی کہ فلاں عورت سے نکاح نہیں کرنے گا اور وہ عورت اجنبیہ ہے اس کا یہ قول عقد نکاح کے متعلق ہے نہ کہ وطی پر۔ اگر اس مرد نے اس عورت کے ساتھ زنا کرلیا تو قسم نہیں ٹوٹے گی۔

سوال کیا عموم مجاز کی تین مثالیں مع علتیں وضاحت کے ساتھ تحریر کریں؟

① جب کسی مرد نے قسم کھائی کہ فلاں کے گھر میں اپنا قدم نہیں رکھوں گا۔ اگر وہ شخص گھر میں ننگے پاؤں یا جوتا پہن کر یا سواری پر داخل ہوگا تو حانث ہوجائے گا یعنی قسم توڑنے والا۔ علت عرف کے حکم کی وجہ سے وضع قدم دخول سے مجاز ہوگا (یعنی گھر میں دخول مراد لیا جائے گا عرف کے اعتبار کی وجہ سے چاہے حافیا یا منتعلا یا راکبا ہو) چاہے ننگے پاؤں ہو یا اس کے علاوہ تو دونوں صورتوں میں گھر میں داخل ہونا کوئی مختلف صورت نہیں ہے

② کسی مرد نے قسم کھائی کہ فلاں کے گھر نہیں رہوں گا اب اگرچہ گھر اس کی ملک ہے یا کرائے کا ہو یا عاریۃ لیا ہوا ہو۔ اب حالف اس کے گھر رہا تو حانث ہوجائے گا۔ علت فلاں کا گھر اس کے دار مسکونۃ (رہائش اختیار کیے گئے گھر) سے مجاز ہوگا اب چاہے وہ گھر فلاں کی اپنی ملکیت میں ہو یا اُجرت پر یا عاریۃ پر لیا ہوا تو یہ مختلف صورتیں نہیں ہیں، رہے گا اس کے گھر میں تو حانث ہوجائے گا۔

③ کسی نے کہا کہ "(عبدہ حر یوم یقدم فلان) فلاں کے آنے کے دن میرا غلام آزاد ہے اب فلاں رات کو آئے یا دن کو تو یہ حانث ہوجائے گا یعنی (غلام آزاد ہوجائے گا) علت آنے کے مسئلے میں دن کو مطلق وقت سے تعبیر کیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب "الیوم" کی اضافت کسی ایسے فعل کی طرف ہو جو غیر ممتد ہو (بڑھنے والا نہ ہو جیسے دخول اور خروج) تو دن (الیوم) کو مطلق وقت سے تعبیر کیا جائے گا / مراد لیا جائے گا۔ جیسے کہ عرف ہے تو یہ شخص عموم مجاز کے طریقے سے حانث ہوگا نہ کہ حقیقت و مجاز کو جمع کرنے سے۔

(17)

سوال ~~کیا حقیقت اور مجاز جمع ہو سکتے ہیں؟~~

حقیقت کی اقسام کی مع امثلہ وضاحت کیجئے؟

حقیقت کی تین قسمیں ہیں (1) مُتَعَذِّرَة (2) مَهْجُورَة (3) مُسْتَعْمَلَة

پہلی دو قسموں میں مجاز کی طرف پھیر دیا۔

نظیر المتعذّرة

جب کسی مرد نے قسم کھائی کہ اس درخت یا اس ہانڈی سے نہیں کھاؤں گا

اب اگر اس درخت یا ہانڈی سے کھایا اس کے عین سے تو متعذّر ہے پس حالف کے

قول کو درخت کے پھل کھانے کی طرف پھیر دیا جائے گا اور ہانڈی میں جو حلول

ہے اس کی طرف پھیر دیا جائے گا۔ بالفرض اگر درخت یا ہانڈی کے عین سے کھا لیا تکلّف کی

صورت میں تو حانث نہ ہوگا۔

جب کسی شخص نے قسم کھائی کہ اس کنوئیں سے نہیں پیوں گا

تو اس قول کو چلّو کے کر پینے کی طرف پھیر دیا جائے گا اگر ہم فرض کر لے کہ تکلّف

کی صورت میں اس نے منہ لگا کر پیا تو حانث نہ ہوگا۔

نظیر المهجورة

اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلاں کے گھر میں اپنا قدم نہیں رکھوں گا۔ بے شک

"قدم کا رکھنا مراد لینا" عادتاً چھوڑ دیا گیا ہے۔

سوال حقیقت مستعملة کے متعلق اختلاف کی وضاحت قلم بند کیجئے؟

اگر حقیقت مستعملہ کیلئے مجاز متعارف نہ ہو تو حقیقت پر عمل کرنا بغیر کسی

اختلاف کے اولی ہے اور اگر اس حقیقت کیلئے مجاز متعارف ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ

کے نزدیک حقیقت پر عمل کرنا اولی ہے۔ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک عموم مجاز

پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

Example اگر کسی فرد نے یہ قسم کھائی کہ وہ اس گندم سے نہیں کھائے گا تو اب امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کے حلف کو گندم کے عین کو کھانے کی طرف پھیر دیا جائے گا (بھون کر)۔ اگر حنطہ سے حاصل ہونے والی روٹی کو کھا لیا تو حانث نہیں جبکہ صاحبین علیہما الرحمۃ کے نزدیک عموم مجاز کے طریقے سے اس کے حلف کو پھیر دیا جائے گا اس چیز کے کھانے کی طرف جو جو گندم کو شامل ہو اب اگر عین کھائے اور گندم سے حاصل کردہ روٹی کو کھائے حانث ہو جائے گا۔

اسی طرح کسی مرد نے قسم کھائی کہ وہ اس نہر سے نہیں پیئے گا امام اعظم کے نزدیک نہر سے چلو بھر کر پینا مراد ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک حلف کو مجاز متعارف کی طرف پھیر دیا جائے گا اور وہ اس قرات سے پینا ہے اگرچہ معنی کر طریقہ کسی سے بھی ہو۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مجاز حقیقت کا خلیفہ و نائب ہے لفظ ہونے کے حق میں جبکہ صاحبین کے نزدیک مجاز حقیقت کا خلیفہ ہے حکم کے حق میں یہاں تک اگر بذات خود حقیقت ممکن تو ہے لیکن/مگر کسی رکاوٹ کے سبب حقیقت پر عمل کرنا منع ہے تو حقیقت کو مجاز کی طرف پھیر دیا جائے گا اور اگر حقیقت پر صادق نہ آئے تو صاحبین کے نزدیک وہ کلام لغو ہے جبکہ امام اعظم کے نزدیک اگرچہ حقیقت ممکن نہیں ہے/کلام حقیقت پر صادق نہیں آ رہا ہے مگر پھر بھی مجاز کی طرف پھیر دیا جائے گا۔

مثال آقا نے اپنے غلام کو کہا "ھذا ابنی" حالانکہ وہ غلام آقا سے عمر میں بڑا ہے۔ حقیقت کے محال ہونے کی وجہ سے صاحبین کے نزدیک ان کو مجاز کی طرف نہیں پھیرا جائے گا کیونکہ یہ لغو ہے جبکہ امام اعظم کے نزدیک مجاز کی طرف پھیرا جائے گا اور غلام آزاد ہو جائے گا (علت "بیٹے کو آزادی لازم ہے اور جب یہ بولا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو غلام آزاد ہو جائے گا
غلام کو

اعتباری حکم

اسی پر اس حکم نکالے گئے کہ "مجھ پر فلاں کے ہزار روپے ہیں اور دیوار پر" اور میرا غلام اور گدھا آزاد ہیں

شوہر اپنی بیوی کو "ھذہ ابنتی" بولے تو مراد لازم نہیں ہوگی درحال یہ کہ شوہر کے غیر سے ان کا نسب معروف ہو۔ عورت اپنی خاوند پر حرام نہیں ہوگی برابر ہے کہ عورت اپنے خاوند سے عمر میں چھوٹی یا بڑی اسی وجہ سے اگر (ھذہ ابنتی) کا معنی صحیح مان لیا جائے کہ وہ اسکی بیٹی ہے تو ضرور یہ نکاح کے منافی ہے (نکاح کی ضد ہے۔ بیٹی ہے تو نکاح میں نہیں ہے نکاح میں ہے تو بیٹی نہیں ہے)

نکاح کے منافی ہے تو نکاح کے حکم کے بھی منافی ہے اور حکم نکاح طلاق ہے اس تنافی (ضدوں) کے پائے جانے پر استعارہ نہیں ہے)

برخلاف اس قول کے "ھذا ابنی" اس لیے کہ بنوۃ والد کیلئے ثبوت ملک کے منافی نہیں ہے

فصل فی تعریف طریق الاستعارۃ

احکام شرعیہ میں استعارہ دو طریقوں سے بکثرت استعمال ہوتا ہے

استعارہ کا پہلا طریقہ علت اور حکم کے درمیان اتصال کے پائے جانے کی وجہ سے

استعارہ کا دوسرا طریقہ سبب محض اور حکم کے درمیان اتصال کے پائے جانے کی وجہ سے

سوال علت اور حکم کے درمیان استعارہ کا حکم کیا ہے؟

حکم طرفین (جانبین) سے استعارہ کی درستگی کو ثابت کرنا ہے

پہلی صورت کی مثال اگر میں غلام کا مالک بنوں تو وہ آزاد ہے پھر وہ نصف غلام کا مالک بنا پھر اسے بیچ دیا پھر دوسرے نصف کا مالک بنا غلام آزاد نہیں ہوا کیونکہ ایک وقت

پورا غلام اس کی ملک میں جمع نہیں ہوا ہے۔ اگر اس نے کہا کہ اگر میں غلام خریدوں تو وہ آزاد ہے
تو اس نے نصف غلام خریدا پھر اسے بیچ دیا پھر دوسرا نصف خریدا تو دوسرا نصف آزاد ہو جائے
گا اور اگرچہ اس نے ملک کے ذریعے شراء مراد لیا ہو یا شراء کے ذریعے ملک مراد لیا ہو مجاز کے طریقے
سے اس کی نیت صحیح ہے کیونکہ شراء ملک کی علت ہے اور ملک شراء کا حکم ہے پس
علت اور حکم کے درمیان جانبین سے استعارہ کرنا عام ہے اگر قائل اپنے حق میں تخفیف
چاہے تو قاضی کے فیصلے میں اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اس پر تہمت کی وجہ سے
نہ کہ استعارے کی درست نہ ہونے کی وجہ سے۔

سوال: سبب محض اور حکم کے درمیان استعارہ کا پایا جانا؟ حکم اور مثال

حکم: طرفین میں سے ایک طرف سے استعارہ کے درست ہونے کو ثابت کرتا ہے

مثال: جب شوہر اپنی بیوی سے کہے گا "حررتک" اور اس جملے کے ذریعے
طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ تحریر ملک بضعہ کو ختم کرتا ہے ملک
رقبہ کے ختم ہونے کے واسطے سے پس وہ سبب محض ہے ملک متعہ کے ختم ہونے کیلئے
تو لفظ حررتک سے طلاق مراد لینا جائز ہے (سبب ذکر کر کے مسبب مراد لینا) جو ملک متعہ
کو زائل کرتا ہے۔

اعتراض: اگر تحریر کو طلاق سے مجاز بنا دیا جائے تو ضروری ہے کہ لفظ "حررتک" سے
رجعی طلاق واقع ہو جیسے صریح طلاق سے۔

(میں) ہم نے تحریر کو طلاق سے مجاز نہیں بلکہ ملک متعہ کے زائل ہونے کو مجاز بنایا
اور ملک متعہ کا زائل ہونا طلاق بائن میں ہوتا ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک طلاق رجعی
ملک متعہ کو زائل نہیں کرتی ہے۔ اور اگر آقا نے اپنی لونڈی سے کہا "طلقتک" اور اس کے
ذریعے آزادی کی نیت کی یہ درست نہیں۔ کیونکہ اصل (سبب) کے ذریعے فرع (حکم)
کو ثابت کرنا جائز ہے اور فرع (حکم) کے ذریعے اصل (سبب) کو ثابت کرنا جائز نہیں۔

سوال: "سبب بول کر حکم مراد لینا اور حکم بول کر سبب مراد لینا" اس کے متعلق نکاح کے الفاظ کی مثال
بیان کیجئے؟

ھبہ - تملیک - بیع کے الفاظ کے ذریعے نکاح منعقد ہو جاتا ہے کیونکہ لونڈی کو
خریدنا ملک رقبہ کو ثابت کرتا ہے ملک رقبہ لونڈیوں میں ملک متعہ کو ثابت کرتا ہے، ملک متعہ

کے ثابت کرنے میں ھبہ سبب محض ہے تو لفظ ھبہ سے نکاح مراد لینا جائز ہے اور یہی معاملہ تملیک اور بیع کا ہے اور اس کا الٹ نہیں ہو سکتا یعنی بیع اور ھبہ نکاح کے الفاظ کے ذریعے منعقد نہیں ہوتے۔ ہر وہ صورت حال کہ نوع مجاز (مجازی قسم میں سے محل اجلہ) متعین ہو تو وہ اس Example میں نیت کی حاجت نہیں۔

اعتراض ہے آپ نے خود بیان کیا کہ صاحبین کے نزدیک مجاز کی مراد درست ہونے کیلئے حقیقت پر صادق آنا شرط ہے (نمی حق الحکم ص 37) نکاح والی صورۃ میں ھبہ کے الفاظ کے ذریعے اُسے کیسے مجاز کی طرف پھیرا جائے گا باوجود اس کہ بیع اور ھبہ کے ذریعے آزاد کا مالک ہونا محال ہے۔

جواب ہے ہم نے کہا کہ یہ صورت کبھی نہ کبھی، کہیں نہ کہیں ممکن ہے اس طرح کہ آزاد عورت مرتد ہو گی (نعوذ اللہ) اور دارالحرب کو Join کر لیا پھر قیدی ہو گئی اور (اب اس کی بیع وغیرہ ہو سکتی ہے) یہ مثال ایسے ہے جیسے آسمان کو چھونا، ہوا میں اُڑنا اور پتھر کو سونا کر دینا کوئی کرامت کے ذریعے ان کو کر سکتا ہے)

(فصل فی الصریح والکنایۃ)

سوال ا: صریح کی تعریف اور حکم بیان کیجئے؟

صریح ایسا لفظ ہے جس کی مراد واضح ہو جیسے بعت، اشتریت

صریح کا حکم یہ ہے کہ صریح اپنے معنی کے پائے جانے کو ثابت کرتا ہے خواہ کسی بھی طریقے سے ہوں یعنی اخبار ہوں یا نعت ہوں یا ندا، صریح کے حکم میں یہ بھی ہے کہ صریح کو نیت کی حاجت نہیں ہوتی ہے۔ اسی پر ہم نے کہا جب شوہر اپنی عورت سے کہے گا

أنتِ طالِقٌ - طلّقتكِ - یا طالِقُ، ان الفاظ سے طلاق واقع ہو جائے گی اگرچہ طلاق کی نیت نہ کی ہو۔ اسی طرح اگر مولی نے اپنی غلام سے کہا " أنتَ حُرٌّ - حررتُكَ - یا حُرٌّ۔

23

اسی پر ہم نے کہا یعنی صریح کی مراد کا ظاہر ہونا اور اس کے معنی کا ثابت ہونا کہ تیمم مفید طہارت ہے اس لیے کہ آپ سورہ المائدہ کی آیت -6 دیکھیے (بحوالہ پیپر نیو ڈیکلیرہ نمبر)

سوال 2: تیمم کے مسئلے میں احناف اور شوافع کے درمیان کیا اختلافات ہیں؟

تیمم کے ذریعے طہارت کے حصول میں یہ آیت صریح ہے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس میں دو قول فرمائے۔

پہلا قول: تیمم طہارت ضروریہ ہے دوسرا قول تیمم طہارت نہیں ہے بلکہ حدث کو چھپانے والا ہے۔

احناف اور شوافع کے درمیان اس اختلاف کی بناء پر یہ مسائل تخریج پائے

(1) وقت سے پہلے تیمم کا جائز ہونا (2) ایک تیمم کے ساتھ دو فرضوں کا ادا کرنا۔ (3) تیمم کرنے والے کا وضو کرنے والوں کی امامت کروانا (4) وضو کے ذریعے عضو یا (5) جان کے تلف ہونے کے خوف کے علاوہ تیمم کا جائز ہونا (6) عید اور جنازے کیلئے تیمم کا جائز ہونا (7) طہارت کی نیت کے ذریعے تیمم کا جائز ہونا۔

سوال 3: کنایہ کی تعریف کیا ہے؟ حکم مع مختصر وضاحت طلب کیجئے؟

جس کی مراد پوشیدہ ہو۔ مجاز متعارف ہونے سے قبل کنایہ کے درجے میں ہوتا ہے۔ وجود نیت یا دلالۃ حال کی وجہ سے کنایہ کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ کنایہ کیلئے ایسی دلیل کا ہونا ضروری ہے جس کے ذریعے تردد زائل ہو جائے اور اس کے بعض معنی ترجیح پا جائے۔

مثال:

کنایہ میں مراد کے پوشیدہ ہونے کی وجہ سے طلاق کے باب میں بینونہ اور تحریم کے الفاظ کو کنایہ کا نام دیا گیا ہے (علت کیا ہے) معنی کے تردد کی وجہ سے اور مراد کے پوشیدہ ہونے کی وجہ سے نہ کہ اس وجہ سے کہ وہ طلاق والا عمل کرتے ہیں۔ رجوع کرنے کی ولایت حاصل نہ ہونے کے حق میں اس سے کنایہ کا حکم تفریح پایا۔

CS CamScanner

سوال ۵۸: کیا کنایہ کی وجہ سے حدود قائم کی جا سکتی ہیں؟

کنایہ پر اقرار ہونے کی حالت میں کنایہ میں تردُّدِ معنی کے پائے جانے کی وجہ سے حدود (شرعی سزاؤں) کو قائم نہیں کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ کسی نے کنایہ کے طریقے سے اپنے نفس کے متعلق زنا کا اقرار کیا جیسے (میں نے فلاں عورت سے برا فعل کیا) اس پر حد قائم نہیں کی جائے گی جب تک کہ وہ صریح لفظ نہ ذکر کردے اسی وجہ سے (تردُّدِ معنی) اگر اشارے کے ذریعے گونگے نے اقرار کیا تو اس پر حد قائم نہیں کی جائے گی۔

فصل فی المتقابلات

سوال نمبر۱: متقابلات کیا کیا چیزیں ہیں؟

ظہورِ معنی کے اعتبار سے چار قسمیں ہیں

① ظاہر ② نص ③ مفسَّر ④ محکم (درجہ بدرجہ ترقی)

اخفاء معنی کے اعتبار سے بھی ۴ قسمیں ہیں۔

① خفی ② مشکل ③ مجمل ④ متشابہ

سوال نمبر۲: ظاہر اور نص کی تعریف مع امثلہ تحریر کیجئے؟

ہر وہ کلام جس کی مراد اس میں غور و فکر کیے بغیر فقط سننے سے سامع کیلئے ظاہر ہو جائے تو وہ ظاہر کہلاتا ہے۔

جس کیلئے کلام کو چلایا جائے وہ نص ہے

پہلی مثال: اللہ پاک کے فرمان میں اس کی مثال واضح ہو "واحل اللہ البیع وحرم الربا" جب کفار نے یہ کہا کہ "انما البیع مثل الربا" تو اس آیت کو بیع اور ربا کے درمیان فرق بیان کرنے کیلئے چلایا گیا رد کرنے کیلئے اس بات کا کہ کفار نے بیع اور ربا کی برابری میں جو دعوی کیا تھا۔

بیع اور ربا کے درمیان فرق کرنے کیلئے آیت کو چلایا گیا تو نص ہوئی
بیع کا حلال ہونا اور ربا کا حرام ہونا نص سے سماع سے معلوم ہو گیا تو یہ ظاہر ہوئی

دوسری مثال:- اسی طرح فرمان باری تعالیٰ " فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث ورباع"
نص اس اعتبار سے عدد کے بیان کیلئے کلام کو چلایا گیا اور ظاہر اس اعتبار سے کہ طلاق دینے اور نکاح میں اباحت کو فقط سماع سے جان لیا گیا۔ طلاق دینے کے حق میں ظاہر ہے اور عدد زوجہ کے بیان کے بارے میں نص ہے۔

تیسری مثال:-
(لا جناح علیکم ان طلقتم النساء ما لم تمسوھن أو تفرضوا لھن فریضۃ)
عورت کیلئے مہر ذکر نہ کرنے کے حکم میں نص ہے اور طلاق کا شوہر کو اختیار حاصل ہونے کے حق میں ظاہر ہے اور لطیف اشارہ یہ بھی ہے کہ مہر کے ذکر کرنے کے بغیر نکاح درست ہے

چوتھی مثال:-
سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے "من ملک ذا رحم محرم منہ عتق علیہ"
قریبی رشتہ دار کی آزادی کے حقدار ہونے میں یہ نص ہے اور اس کیلئے ثبوت ملک میں ظاہر ہے

ظاھر اور نص کا حکم کیا ہے؟
ظاھر اور نص دونوں عمل کو واجب کرتی ہیں غیر کو مراد لینے کے احتمال کے ساتھ چاہے عام ہو یا خاص۔ اور ظاہر و نص مجاز مع الحقیقۃ کے درجہ میں ہوتے ہیں

CS CamScanner

اسی پر ہم نے کہا "جب وہ اپنے قریبی کو خرید لے گا۔ حالانکہ اس پر آزاد ہو جائے تو وہ مُعتَق ہو گا تو مُعتِق کا مال (ولا) اس کے قریبی مالک کیلئے ہو گا۔

ظاھر اور نص جب مقابل ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

ظاھر اور نص کے درمیان مقابلہ کے وقت فرق ظاھر ہوتا ہے اگر شوہر نے زوجہ سے کہا "طَلِّقِي نَفْسَكِ" تو اس نے کہا "اَبَنْتُ نَفْسِي" تو طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بیوی کا یہ کہنا "ابنت نفسی" طلاق کے معاملے میں نص ہے اور بائنہ ہونے کے متعلق ظاھر ہے تو نص پر عمل کیا جائے

اونٹوں کے پیشاب اور دودھ پینے کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی وضاحت

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ عرینہ کے لوگوں سے فرمایا "صدقے کے اونٹوں کے پیشاب اور دودھ پیو" سبب شفاء کے بیان میں یہ نص ہے اور بول کے پینے کی اجازت کے معاملے میں ظاھر ہے اسی طرح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "استنزھوا من البول فان عامة عذاب القبر منه" یہ حدیث بول سے بچنے کے واجب ہونے میں نص ہے نص ظاھر پر ترجیح پا گیا پس پیشاب پینا اصلاً حلال نہیں۔

اور مثال
فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "جس زمین کو آسمان سیراب کرے اس میں عشر (دسواں حصہ) ہے"۔ عشر کے بیان میں نص ہے اور یہ بھی فرمایا کہ "لیس فی الخضر اوات صدقة" عشر کی نفی میں مؤول ہے اس لیے کہ صدقہ چند معنی کا احتمال رکھتا ہے تو نص کو ترجیح دی جائے گی ظاھر پر۔

سوال: مفسر کی تعریف بیان کریں؟

جس کی مراد متکلم کی جانب سے آنے والے بیان کے ذریعے لفظ سے ظاہر ہو اس طرح کہ تاویل اور احتمالِ تخصیص باقی نہ رہے اس کی مثال اللہ پاک کے فرمان میں

"فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ"

ملائکہ کا نام عموم میں ظاہر ہے مگر کہ تخصیص کا احتمال باقی ہے تو كُلُّهُمْ فرما دینے سے تخصیص کا دروازہ بند ہو گیا پھر جدا جدا سجدہ کرنے کا احتمال باقی تو أَجْمَعُونَ فرما دینے سے تاویل کا دروازہ بند ہو گیا

سوال: شرعی احکام میں مفسر کی مثالیں لکھیں؟

① "میں نے فلانی سے اپنے مہر میں ایک مہینے کیلئے شادی کی" "تزوجت فلانة شهرا بكذا" نکاح کے مسئلے میں تو ظاہر ہے مگر احتمال متعہ قائم ہے تو اس کا "شهرا" کہہ دینے سے اس کی مراد کی تفسیر۔ وضاحت ہو گئی پس یہ متعہ ہے اور نکاح حقیقی نہیں۔

② اگر کسی نے کہا "اس غلام کے ثمن کے معاملے میں مجھ پر فلاں کے الف روپے ہیں یا اس سامان کے ثمن کے ضمن میں۔ اس کا یہ کہنا "علي ألف" ہزار لازم ہونے کے بارے میں نص ہے مگر وضاحت باقی ہے کہ کس معاملے کے ہزار روپے تو اس کا "من ثمن هذا العبد" یا "من ثمن المتاع" کہنے سے مراد واضح ہو گئی تو مفسر نص پر فوقیت پا گیا یہاں تک کہ مقر پر مال دینا لازم نہ آئے گا مگر غلام یا سامان پر قبضہ کر لینے کے وقت

③ اس کا یہ کہنا "لفلان علي ألف" اقرار کرنے میں ظاہر ہے شہر کے نقد (سکوں) میں نص ہے تو إذا قال (جب وہ کہے گا)

"بلکہ اس شہر کے سکے" پس مفسر نص پر ترجیح حاصل کر گیا تو مقر پر کسی شہر کے سکے دینا لازم نہیں آئے گا بلکہ اس مخصوص و معین شہر کے سکے دینا لازم ہوگا

س: محکم کی تعریف تحریر کیجئے؟

وہ جو قوۃ میں مفسر پر زیادہ ہو اس حیثیت سے کہ اس کا خلاف اصلا جائز نہیں جیسے یہ آیات وغیرہ

إن اللہ بکل شیء علیم ، إن اللہ لا یظلم الناس شیئا

شرعی احکامات میں اس کی مثالیں جو ہم نے اقرار میں کہا "لفلان علیّ ألف من هذا العبد" تو بے شک یہ لفظا محکم ہے کہ غلام کے بدلے میں ہزار روپے کے لازم ہونے میں

س: مفسر اور محکم کا حکم کیا ہے؟

ان پر عمل کرنا یقینی طور پر واجب ہے۔

پھر ظاہر ۔ نص ۔ مفسر اور محکم کے مدمقابل اور چار ہیں

ظاہر کی ضد خفی ہے نص کی ضد مشکل ہے مفسر کی ضد مجمل ہے اور محکم کی ضد متشابہ ہے

س: خفی کی تعریف اور امثلہ کیا ہیں؟

جس کی مراد کسی عارضہ کے سبب نہ کہ صیغہ کی وجہ سے پوشیدہ ہو۔

فرمایا "السارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما"

تو بیشک چور کے حق میں یہ آیت ظاہر ہے جبکہ کفن چور اور جیب کترا کے معاملے میں خفی ہے۔

فرمایا "الزانیۃ والزانی" زانی کے حق میں یہ ظاہر ہے
جبکہ وطی (عملِ قومِ لوط) کے حق میں خفی ہے
اگر کسی نے قسم کھائی کہ پھل نہیں کھاؤ گا اس پھلوں کے بارے میں
تو ظاہر ہے کہ جن کے ذریعے لذت حاصل کی جاتی ہے مگر انگور Grapes
اور انار کے حق میں خفی ہے۔
حکمِ خفی: خفی کا حکم یہ ہے کہ لفظ کے معنی کو طلب کرنا واجب ہے
یہاں تک اس سے خفاء زائل ہو جائے۔

مشکل کی تعریف مع امثلہ سپردِ قلم کیجئے؟
مشکل وہ ہے جو اخفاء میں خفی پر زیادہ ہو

اس کی مثال شرعی احکام میں اگر کسی نے قسم کھائی کہ سالن نہیں کھاؤں گا
تو سرکہ اور شہد کے حق میں تو یہ ظاہر ہے مگر لحم، انڈے اور پنیر
کے حق میں مشکل ہے یہاں تک ائتدام کے معنی کو طلب کرے گا پھر اس
میں غور و فکر کرے گا کہ کیا یہ معنی اس لحم، انڈے، پنیر میں پایا جا رہا ہے
یا نہیں

مجمل کی تعریف مع مثالیں قلم بند فرمائے؟
مجمل وہ ہے کہ جس میں چند معنی کا احتمال ہو تو ایسی
حالت ہو کہ متکلم کی جانب سے آنے والے بیان کے ذریعے ہی مراد تک پہنچا جا
سکے احکام شرعیات میں اسکی مثالیں
فرمایا "حَرَّمَ الرِّبَا"
ربا کے لغوی معنی زیادتی، بڑھوتری کے ہیں حالانکہ وہ تو تجارت میں
بھی تو ہوتی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ایسی زیادتی جو مکیلی و موزونی

چیزوں کی بیع میں عوض سے خالی ہو تو لفظ "ربا" یہاں اس مراد پر دلالت نہیں کرتا۔ مجمل میں تأمل کے ذریعے بھی مراد تک نہیں پہنچا جا سکتا۔

پھر مجمل کے اوپر از روئے اخفاء میں متشابہ ہے۔ سورتوں کی ابتداء میں موجود حروف مقطعات متشابہ کی مثالیں ہیں

مجمل اور متشابہ کا حکم ؟

مجمل اور متشابہ کا حکم یہ ہے کہ ان کی مراد کی حقانیت کا اعتقاد رکھے یہاں تک کہ وضاحت آجائے۔

فصل فیما یترک بہ حقائق الالفاظ

کتنی صورتوں میں الفاظ کی حقیقت کو چھوڑ دیا جاتا ہے؟

1. عرف کی دلالت کی وجہ سے
2. نفس کلام میں دلالت کی وجہ سے
3. کلام کے سیاق (انداز) کی وجہ سے
4. متکلم کی جانب سے پائی جانے والی دلالت کی وجہ سے
5. محل کلام کی دلالت کی وجہ سے

دلالت عرف کی وضاحت درکار ہے؟

جن امور کی وجہ سے لفظ کی حقیقت کو ترک کر دیا جاتا ہے وہ مندرجہ بالا پانچ ہیں ان میں سے پہلی قسم "دلالت عرف" ہے۔

یہ اس وجہ سے کہ الفاظ کے ذریعے احکام ثابت ہوتے ہیں محض متکلم کے مرادی معنی پر لفظ کی دلالۃ کی وجہ سے جب لفظ کا معنی لوگوں کے درمیان متعارف ہو تو وہ متعارف شدہ معنی اس بات پر دلیل ہے

اس کی مراد ظاہر ہے تو اس پر حکم ترتیب پاتا ہے دلالۃ عرف کی مثال

اگر کسی نے قسم کھائی کہ سر نہیں خریدوں گا اس سے مراد وہ سر ہے جو لوگوں کے درمیان متعارف ہے تو چڑیا یا کبوتر کا سر خریدنے کے سبب حانث نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر قسم کھائی کہ انڈہ نہیں کھاؤں گا اس سے مراد وہ جو متعارف بین الناس ہے تو چڑیا یا کبوتر کا انڈہ کھانے کی وجہ سے حانث نہیں ہوگا
تو اس سے ظاہر ہوا کہ حقیقت کا ترک مجاز کی طرف جانے کو لازم نہیں کرتا ہے بلکہ جائز ہے کہ اس سے حقیقت قاصرہ ثابت ہو عام کے بعض کو مقید کرنے کی مثال اسی طرح اگر کسی نے نذر مانی کہ بیت اللہ کی طرف چل کر حج کروں گا۔ یا حطیم کعبہ کو کپڑے کے ذریعے چھوؤں گا، ناذر پر افعال معلومہ کے ساتھ حج کرنا لازم ہو جائے گا

ترک الحقیقۃ بدلالۃ فی نفس الکلام کی وضاحت کیا ہے؟

اسکی مثال یہ ہے کہ کسی نے کہا "کُلُّ مَمْلُوْکٍ لِیْ حُرٌّ"
تو اس کے مکاتب اور وہ جن کا بعض آزاد کر چکا ہے وہ آزاد نہیں ہونگے مگر جب اس نے ان کو داخل کرنے کی بھی نیت کی کیونکہ مطلقاً لفظِ مملوک اس کو شامل ہے جو ہر اعتبار سے مملوک ہے اس لیے مکاتب ہر اعتبار سے مملوک نہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس میں تصرف کرنا جائز نہیں اور مولی کا مکاتبہ سے وطی کرنا حلال نہیں اور اگر مکاتب نے اپنے مولی کی بیٹی سے شادی کر لی پھر مولی انتقال کر گیا اور بیٹی اس کی وارث بنی تو نکاح فاسد نہیں ہوگا جب ثابت ہو گیا کہ مکاتب ہر اعتبار سے مملوک نہیں تو لفظِ مملوک مطلق کے تحت داخل بھی نہیں

برخلاف مدبّر اور ام ولد کے کہ ان دونوں میں ملکیت کامل ہے اور اسی وجہ سے مدبرہ اور ام ولد سے وطی حلال ہے اور ان دونوں کی رقیّت (غلامی) میں نقص ہے کیونکہ یقینی طور پر ان کی رقیت مولی کی موت کے ساتھ زائل ہو جائے گی

قسم اور ظہار کے کفارے میں کس قسم کے غلام کی ادائیگی ہوگی؟

قسم اور ظہار کے کفارے میں مکاتب کو آزاد کرنا جائز ہے اور قسم اور ظہار کے کفارے میں مدبّر اور ام ولد کو آزاد کرنا جائز نہیں کیونکہ جو چیز واجب ہے وہ تحریر ہے اور اسکی تعریف یہ ہے کہ "رقیّت کے زائل ہونے کے ساتھ حریّت کا ثابت ہونا"
مکاتب رقیّت میں کامل ہے اس کی تحریر ہر اعتبار سے تحریر ہے۔ جبکہ اس کا عکس مدبّر اور ام ولد میں رقیّت ناقص ان کی تحریر ہر اعتبار سے تحریر نہیں

ترک الحقیقہ بدلالۃ سیاق الکلام کی بحث تحریر کیجئے؟

جب مسلم نے حربی کافر سے کہا اِنْزِلْ تو وہ اتر آیا تو وہ امان میں ہے۔ اور اگر قال "اِنْزِلْ اِنْ کُنْتَ رَجُلًا" تو وہ اتر آیا تو وہ امان میں نہیں اور اگر حربی نے کہا الأمان الأمان تو مسلم نے کہا الأمان الأمان تو وہ امان میں ہے
اگر اس کے جواب میں مسلم نے کہا "امان عنقریب تو دیکھ لے گا جو کل تجھے ملے گا اور جلدی نہ کر یہاں تک تو معاملہ دیکھ لے گا تو وہ اتر تو امان میں نہیں
اگر تو ایک مرد نے دوسرے سے کہا ایک لونڈی خریدلا کہ اس سے خدمت لے سکا تو اس کا وکیل بانجھ (بوڑھی) (old age) یا نابینا لے آئے

تو جائز نہیں اور اگر کہا تو میرے لیے ایک لونڈی خرید لا تاکہ اس سے وطی کروں تو اس کا وکیل اس کی رضاعی بہن لے آئے تو یہ خریداری مؤکل کی طرف سے نہیں

کھانے میں مکھی کا گرنا کس بحث میں شامل ہے؟ مع وضاحت نفس مسئلہ

فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

جب تم میں سے کسی ایک کے کھانے میں مکھی گر جائے تو تم اسے غوطہ دو / ڈبو دو پھر اس کو نکالو بے شک اس کے دو پروں میں سے ایک میں وبا ہے اور دوسرے میں دوا لیکن جب وہ گرتی ہے تو اپنے وباء والے پر کو دوا والے پر سے مقدم کرتی ہے۔

سیاق کلام اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ اس کو ڈبونا ہم سے تکلیف کو دور کرنے کیلئے ہے نہ کہ شرع کیلئے حق ہے کہ بندے کو حکم ہو تو یہ حکم واجب نہیں ہے۔

اور مثال

منھم من یلمزک فی الصدقات کے بعد جب اللہ پاک نے فرمایا انما الصدقات للفقراء

مصارف کو ذکر کرنا اس بات پر دلالت کرنے کیلئے ہے کہ صدقات کے مصارف کو بیان کرکے صدقات سے منافقین کا طمع کو قطع کرنے کیلئے ہے ذمہ داری سے نکلنے میں توقف نہیں کیا جائے گا جمیع اصناف کی ادائیگی پر۔

تیسرا: ترک الحقیقۃ بدلالۃ من قبل المتکلم کی وضاحت ہے

قرآن پاک میں فرمایا کہ " فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ "

اللہ کریم حکیم اور کفر قبیح ہے اور حکیم قبیح کا حکم نہیں دیتا ہے معاملے پر لفظ کی دلالت کو ترک کر دیا جائے گا آمر (حکم دینے والا) کے حکم کی وجہ سے

جب مؤکل نے لحم کی خریداری پر کسی کو وکیل کیا تو اگر وہ مسافر ہو راستے پر اترا۔ تو اس کا وکیل بنانا پکے ہوئے گوشت پر ہے یا بھونے ہوئے گوشت پر اگر وہ گھر میں ہے تو پھر کچا گوشت مراد لیا جائے گا

یمین فور اسی قسم سے ہے جیسا ایک مرد نے دوسرے سے کہا ادھر آ اور میرے ساتھ ناشتہ کر دوسرے نے کہا اللہ کی قسم میں ناشتہ نہیں کروں گا تو اسے پھیرا جائے گا اس غداء (Break fast) کی طرف جس کی طرف اسے دعوت دی گئی یہاں تک کہ اس کے بعد اس غداء نے اس کے گھر میں اس کے ساتھ اور غیر کے ساتھ ناشتہ کر لیا تو لا یحنث

اور اسی طرح عورت کھڑی ہوئی نکلنے کا ارادہ کیا تو شوہر نے کہا اگر تو نکلی تو تجھے طلاق ہے تو حکم کو اسی وقت کیلئے سمجھا جائے گا یہاں تک کہ اگر وہ عورت اس کے بعد نکلی تو مرد حانث نہیں ہوگا

چوتھا: ترک الحقیقۃ بدلالۃ محل الکلام کی بحث کیا ہے

اس طرح کہ وہ جگہ محل situation لفظ کی حقیقت کو قبول نہ کرے بیع، ھبہ، تملیک اور صدقہ کے الفاظ کے ساتھ آزاد عورت کے نکاح کا منعقد ہونا

مولیٰ کا اپنے غلام کیلئے کہنا حالانکہ عمر میں اس سے بڑا ہے اس کا نسب معروف ہے (ھذا ابنی)

اور اسی طرح جب مولیٰ اپنے غلام کے لیے کہے گا (ھذا ابنی) تو یہ عتق آزادی سے مجاز ہوگا امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک اختلاف جو ہمیں ذکر کر آئے ہیں کہ مجاز حقیقت کا خلیفہ ہے لفظ کے حق میں اور حکم کے حق میں صاحبین کے نزدیک۔

فصل فی متعلقات النصوص

متعلقات نصوص کتنے ہیں نام لکھیے؟

متعلقات نصوص چار ہیں جن کے نام یہ ہیں

① عبارۃ النص ② اشارۃ النص ③ دلالۃ النص ④ اقتضاء النص

عبارۃ النص اور اشارۃ النص میں فرق واضح کیجئے؟

عبارۃ النص جس کی وجہ سے کلام کو چلایا گیا ہو اور کلام کے ذریعے قصدا اس کو مراد لیا گیا ہو

اشارۃ النص وہ جو نظم نص (النص کے الفاظ) سے ثابت اس میں زیادتی کیے بغیر وہ ہر اعتبار سے ظاہر نہ ہو اور نہ ہی اس کی وجہ سے کلام کو چلایا گیا ہو

عبارۃ النص اور اشارۃ النص کی وضاحت درکار ہے؟

فرمایا

"للفقراء المهاجرين الذين أخرجوا من ديارهم"

مال غنیمت کے حقداروں کو بیان کرنے کیلئے اس آیت چلایا گیا تو یہ آیت اس معنی میں نص ہے۔

تحقیق نظر نص کے ذریعے سے مہاجرین کا بھی ثابت ہوا تو نص اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ مسلم کے مال پر کافر کا غلبہ حاصل کرنا کافر کی ملکیت کے ثابت کرنے کا سبب ہے کیونکہ مسلمانوں کا مال ان کی ملکیت پر باقی رکھتا تو ان کا فقر ثابت نہ ہوتا

اس سے حکم نکالا گیا غلبہ پانے کے مسئلے میں اور کفار سے شراء کے ذریعے مال خریدنے کی وجہ سے تاجر کیلئے ملکیت کے ثابت ہونے کا حکم اور تاجر کے تصرفات یعنی بیع کرنا، ہبہ کرنا، آزاد کرنا غنیمت کے ثبوت کا حکم اور غازی کے لیئے ملکیت کا ثبوت اور غازی کے ہاتھ سے مال چھیننے / سلب کرنے سے پرانے مالک کے عاجز ہونے کا حکم اور دیگر جزئیات۔

(أحل لكم ليلة الصيام الرفث) کے تحت اشارۃ النص کی بحث تحریر کریں؟

اول صبح میں رکنا جنابت کے ساتھ متحقق ہوگا۔ قائم ہوگا صبح تک (ختمِ سحری) تک مباشرت کے حلال ہونے کی ضرورت کی وجہ سے جزء کے جزء اول کا جنابت کے پائے جانے کے ساتھ ہونا اور اسی جز سے رکنا روزہ ہے جس کا بندے کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا تو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جنابت روزے کو منافی نہیں۔ اس سے یہ بھی لازم آیا کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا صوم کی بقاء کے مخالف نہیں۔

اسی سے مسئلہ تفریع پایا کہ جس نے زبان سے کوئی شے چکھی تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا، اگر پانی نمکین تھا کلی کرتے وقت اس کا ذائقہ پایا اس کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اور اسی سے احتلام، پچھنے لگانے اور سر میں تیل لگانے کا حکم معلوم ہوا

کیونکہ کتاب نے صبح کے جزء اول میں مذکورہ تین اشیاء کے رکنے کے واسطے سے لازم ہونے والے امساک کا نام روزہ رکھا ہے۔

معلوم ہوا کہ وہ صوم کا رکن ہے اشیاء ثلاثہ سے دو لئے ذریعے سے مکمل ہوگا۔ رات میں نیت کرنے کا مسئلہ اسی سے نکالا گیا اگر اس نے مأمور بہ (شرعی حکم) کو بجالانے کا ارادہ کیا تو امر کے متوجہ ہونے کے وقت اس پر لازم ہوگا اور وہ امر روزہ صبح کے جزء اول کے بعد ہی متوجہ ہوتا ہے۔ جیسے کہ فرمان الٰہی عزوجل

ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ

سوال: دلالۃ النص کی تعریف لکھیں؟ مثال اور حکم بھی؟

وہ معنی کہ جو منصوص علیہ کے حکم کیلئے معلوم علت ہو از روئے لغت کے نہ کہ اجتہاد و استنباط کے

مثال: فسم لیا گیا

"فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا"

لغۃ کے وصفوں کو جاننے والا فقط پہلی مرتبہ سنتے ہی جان لے گا کہ اُف کا حرام ہونا والدین سے اذیت کو دور کرنے کیلئے ہے

حکم

علت کے عموم ہونے کی وجہ سے منصوص علیہ کے حکم کا عام ہونا

اسی پر ہم نے کہا کہ مارنے، گالی دینے، اجارہ کے سبب اُن سے خدمت چاہنا، دین کی وجہ سے ان کو قید کرنا اور قتل قصاص کے بدلے میں والد کو قتل کرنا، یہ سب حرام ہے

نوٹ

حکم دلالۃ النص (عبارۃ النص) کے درجے میں ہوتی ہے یہاں تک کہ دلالۃ النص کے ذریعے شرعی سزا نہیں دینا جائز۔

ہمارے اصحاب نے فرمایا "رمضان میں جماع کے ذریعے کفارہ نص سے واجب ہوگا اور اکل و شرب کا کفارہ دلالۃ النص کے سبب سے ہے

اسی معنی کا اعتبار کرتے ہوئے کہا گیا ہے

یدار الحکم علی تلک العلۃ = حکم علت پر دائر ہوگا

امام قاضی الوزیر نے فرمایا اگر کوئی ایسی قوم ہو جو تأفیف کو عزت / بزرگی شمار کرتے ہو تو ان پر تأفیف کے حرام ہونے کا حکم نہیں

⇐ (یا أیھا الذین آمنوا إذا نودی) کے تحت زیر بحث مسئلہ کیا ہے؟

اگر ہم فرض کرے ایسی بیع کہ جو بائع و مشتری کو سعی سے منع نہ کرے اس طرح کہ وہ دونوں ایسی کشتی میں ہیں کہ جو جامع مسجد کیطرف چل رہی ہے تو بیع مکروہ نہیں ہے

⇐ حکم علۃ پر دائر ہوتا ہے، اس کے تحت دیگر متفرع شدہ مسائل تحریر کریں؟

پہلی مثال جب کسی نے قسم کھائی کہ اپنی عورت کو نہیں مارے گا پھر اس کے بال کھینچے یا دانتوں سے کاٹا یا گلا گھونٹا تو حانث ہو جائے گا، اذا کان بوجہ ایلام جب ان افعال سے درد / تکلیف مقصود ہو اور اگر مارنے یا بال کھینچے کی صورت مزاق مسخری کے حالت پائی گئی تو حانث نہیں ہوگا

دوسری مثال جس نے قسم کھائی کہ فلان کو نہیں ماروگا تو اس کی موت کے بعد اسکو مارا تو حانث نہیں ہوگا معنی ضرب کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اور وہ ایلام ہے ھو ایلام

تیسری مثال ⟸ اگر قسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ بات نہیں کرے گا پھر اس کے انتقال کے بعد بات کی تو حانث نہیں ہوگا کیونکہ افہام کا محل نہیں اور کلام سے مقصود اصلی افہام ہوتا ہے

اسی کا اعتبار کرتے ہوئے ہم نے کہا

اگر کسی نے قسم کھائی کہ "لحم" نہیں کھاؤں (eaten) گا پھر اس نے مچھلی یا ٹڈی کھائی تو حانث نہیں ہوگا اگر خنزیر یا انسان کا گوشت کھایا تو حانث ہو جائے گا

لغت کے وصفوں کو جاننے والا فقط پہلی بار سننے سے جان لے گا کہ اس قسم سے مقصود حالف کا ان سے احتراز کرنا ہے جس نے خون میں پرورش پائی ہو۔ اس سے مراد یہ ہوگی کہ دمویات کو شامل کرنے سے احتراز کرنا۔

"تو "یدار الحکم علی تلک العلۃ"

اقتضاء النص کی تعریف کیجیے؟ ⟸

نص پر ایسی زیادتی جو نص کے معنی کو متحقق نہ ہو مگر گویا کہ نص اس کا اقتضاء کرے یعنی تقاضہ کرے (Demand) تاکہ اس کا معنی درست ہو جائے

اقتضاء نص کی امثلہ قلمبند کیجئے؟ ⟸

[أنتِ طالِق] یہ جملہ تو عورت کی نعت ہے اور نعت مصدر کا تقاضہ کرتی ہے تو اس کا مصدر اقتضاء نص کی طریقہ سے موجود ہے۔

ایک آدمی نے کسی دوسرے کو کہا "أعتِق عبدَك عنّي بألف درهم" تو اس نے کہا کہ أعتقتُ تو حکم دینے والے کی طرف سے آزادی واقع ہو جائے گی ایک ہزار اس پر لازم ہو جائیں گے اور تم (ام) کے ذریعے ہونے والی آزادی میں اگر کفارے کی نیت کرے تو وہ بھی درست ہو

یہ سب اس وجہ سے ہے کہ اس کا "أعتقه عني بألف درهم" معنی اس قول کا تقاضہ کر رہا ہے
"بِعْهُ عَنِّي بِأَلْفٍ ثُمَّ كُنْ وَكِيلِي بِالْإِعْتَاقِ فَأَعْتِقْهُ عَنِّي"

یہ بیع اقتضاء النص کے طریقے سے ثابت ہوئی ہے تو قبول بھی اقتضاء النص کے طریقے سے ثابت مان لو کیونکہ قبول بیع کے باب میں رکن ہے

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا جب یوں کہا "اعتق عبدك عني بغير شيء" تو اس نے کہا اعتقت تو آمر کی طرف سے آزادی لازم ہو جائے گی تو یہ قول ہبہ اور توکیل کا تقاضہ کر رہا ہے اور قبضہ کی اس میں حاجت ہے اس لیے کہ بیع کے باب میں قبضہ کرنا قبولیت کے درجے میں ہے لیکن ہم کہتے ہیں قبول کرنا بیع کے باب میں رکن ہے جب بیع کو اقتضاء سے ثابت مان لیا تو قبول کو بھی اقتضاء سے ثابت مان لیا برخلاف ہبہ کے باب میں میں قبضہ کرنے کی وجہ سے بے شک ہبہ میں قبضہ کرنا رکن نہیں ہے

اقتضاء النص کا حکم بیان کیجئے؟

اقتضاء النص ضرورت کے تحت ہی ثابت ہوتا ہے تو اسے ضرورت کی مقدار کے ساتھ ہی مقدر مانا جائے گا۔

اسی وجہ سے ہم نے کہا "جب شوہر نے اپنی بیوی سے کہا "أنتِ طالق" اور شوہر نے تین کی نیت کی تو یہ درست نہیں کیونکہ ایک طلاق ضرورت کے مقدار کے تحت پوشیدہ ہے اقتضاء النص کے طریقے سے اور ضرورت ایک سے پوری ہو جاتی ہے تو طلاق کو ایک پوشیدہ مانا گیا ہے ایک کے حق میں

اسی سے مسئلہ نکالا گیا اگر اس نے کہا اگر تم نے کھایا "إن أكلتِ" اور اس سے خاص کھانے کی نیت کی نہ کہ عام کھانے کی لا يصح کیونکہ کھانا عام کھانے کا تقاضہ کرتا ہے تو یہ اقتضاء النص کے طریقے سے ثابت ہے تو بقدر ضرورۃ کی مراد ہے اور ضرورت مطلقاً کھانے سے پوری ہو جاتی ہے نہ کہ مطلق کے فرد میں تخصیص کرنے سے "کیونکہ تخصیص عموم کے پائے جانے کے بعد ہوتی ہے"

اگر تعلقات زوجیت قائم کرنے کے بعد شوہر نے عورت سے کہا "إعتدّي" اور اس سے طلاق کی نیت کی تو از رو ئے اقتضاء النص طلاق واقع ہوگی اس وجہ سے کہ "اعتداد" عدت ہونا طلاق کے وجود کا تقاضہ کرتی ہے۔ تو طلاق کو بقدر ضرورت ہی مقدر مانا جائے گا تو طلاق رجعی واقع ہوگی کیونکہ بائنہ یہ بقدر ضرورۃ سے زائد ہے جو کہ اقتضاء النص کے طریقے سے ثابت نہیں ہوگی اور ایک ہی واقع ہوگی علت وہی جو ہم نے ذکر کی۔

فصل فی الأمر

امر کے لغوی معنی یہ ہیں کہ "قائل کا اپنے غیر کو "إفعل" کہنا جبکہ شرعاً یہ ہے کہ کسی دوسرے شخص پر فعل کے لازم ہونے کا تصرف کرنا"

بعض آئمہ نے فرمایا امر سے جو وجوب کی مراد ہے وہ اس کے صیغے سے خاص ہے اور عقلاً محال ہے کہ اس کے معنی کا ہونا امر کی حقیقت اسی صیغے کے ساتھ خاص ہے چونکہ اللہ کریم ازل میں متکلم ہے اس کے کلام میں امر و نہی و اخبار و استخبار ہیں اور اس صیغے کا ازل میں پایا جانا محال ہے۔

اور یہ بھی عقلاً محال ہے کہ اس سے مراد آمر کیلئے کی مراد اس صیغے سے خاص ہے

شارع کی امر سے مراد یہ ہے کہ بندہ پر فعل کا وجوب کرنا اور ہمارے نزدیک یہی مطلوب کا معنی ہے۔ اس صیغے کے علاوہ سے بھی تو امر ثابت ہوتا ہے۔

کیا ان لوگوں پر ایمان لانا ضروری نہیں کہ جن تک تبلیغ دین اسلام نہیں پہنچی

امام اعظم نے فرمایا اگر فرض کر لیجئے کہ اللہ کوئی رسول نہ بھیجتا عقلاء پر ایمان لانا ضروری ہوتا اپنے عقلوں کے ذریعے اس کی معرفت کی وجہ سے

تو اس بات کو قبول کیا جائے گا کہ امر کے ذریعے حاصل ہونے والی مراد اسی صیغے کے ساتھ خاص ہے پس یہ شرعی احکام میں بندے کے حق میں ہے دون الشارع

کیا فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وجوب ثابت ہوتا ہے؟

ہمارا نکتہ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل آپ کے قول افعلوا کے درجے میں نہیں ہے کہ فعل نبی کے ذریعے واجب کا اعتقاد کرنا لازم نہیں آتا ہے

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال میں پیروی کرنا محض اس وقت واجب ہے جب آپ نے ہمیشگی اختیار کی ہو اور وہ خصائص سے بھی نہ ہو

فصل اختلف الناس فی الامر المطلق

س: امر مطلق کی تعریف مع امثلہ و حکم کی وضاحت کیجئے؟

جواب: لزوم و عدم لزوم پر دلالۃ کرنے والے قرینے سے خالی ہونا

جیسے

"واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون"

"ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظالمين"

صحیح مذھب یہی ہے کہ امر مطلق وجوب کو ثابت کرتا ہے سوائے یہ کہ اس کے خلاف کوئی دلیل قائم ہو جائے کیونکہ ترک امر معصیت ہے جیسے کہ امر کی پیروی کرنا اطاعت ہے

حماسی نے فرمایا

شریعت کے حق کیطرف لوٹتی ہیں ان میں نافرمانی عقاب کا سبب ہے۔ "ترک امر معصیت" کی تحقیق یہ ہے کہ آمر کے رتبے اور حکم دینے کی مقدار کے برابر حکم کی پیروی کرنا لازم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر امر کا صیغہ ایسے شخص کی طرف متوجہ ہو جس پر تیری اطاعت کرنا اصلاً لازم نہیں تو یہ حکم کی پیروی کو لازم کرنے والا نہیں ہے اور جب امر کا صیغہ اس آدمی کی طرف متوجہ ہو جس پر تیری اطاعت کرنا لازم ہے تو اس کو یقینی طور پر حکم کی بجاآوری لازم ہوگی یہاں تک کہ اگر اس نے فرمانبرداری کو ترک کر دیا تو سزا کا مستحق ہوگا عرفاً و شرعاً۔ اسی سے ہم نے پہچانا کہ حکم دینے والے کے رتبے کے مطابق پیروی لازم ہوگی۔

جب یہ بات ثابت ہوگی تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ عالم کے تمام اجزاء کا مالک کامل ہے اور حقیقی تصرف کرنا اسی کے شایان شان ہے جیسے چاہے اور ارادہ فرمائے۔

جب یہ بات ظاہر ہوگی کہ بندوں میں سے جس کے پاس ملک قاصر ہے تو اس کے حکم کی نافرمانی عقاب کا سبب ہے تو تیرا کیا خیال ہے اس کی نافرمانی کرنے میں جس نے عالم کو عدم سے وجود بخشا اور تجھ پر نعمتوں کی بارش فرمائی۔

فصل فی الأمر بالفعل

کیا امر بالفعل تکرار کا تقاضہ کرتا ہے یا نہیں؟ امثلہ سے وضاحت کیجئے؟

امر بالفعل تکرار کا تقاضہ نہیں کرتا ہے اور نہ ہی اس کا احتمال رکھتا ہے اس لیے ہم نے کہا

اگر کسی مرد نے کسی دوسرے کو کہا "طَلِّقْ اِمْرَأَتِیْ" تو وکیل نے اسے طلاق دے دی پھر موکل نے شادی کر لی (رجوع کر لیا) اب وکیل کیلئے جائز نہیں کہ امر اوّل کی وجہ سے عورت کو دوسری مرتبہ طلاق دے۔

اگر کسی نے کہا "زَوِّجْنِیْ اِمْرَأَۃً" یہ شادی کروانا ایک مرتبہ کے بعد دوسری کو شامل نہیں ہے

اگر مولی نے غلام کو کہا کہ "تَزَوَّجْ" تو یہ ایک مرتبہ ہی کو شامل ہے۔ کیونکہ امر بالفعل اختصار کے طور پر فعل کے پائے جانے کو طلب کرتا ہے۔ تو بے شک اس کا قول "اِضْرِبْ" اِفْعَلْ فِعْلَ الضَّرْبِ" سے مختصر ہے۔ کلام چاہے مختصر ہو یا طویل حکم میں دونوں برابر ہیں۔

پھر أمر بالشرب تصرف معلوم کی جنس کے ساتھ أمر ہے۔ اسم جنس کا حکم یہ ہے کہ وہ اطلاق کے وقت ادنیٰ کو شامل ہوتا ہے اور کل جنس کا احتمال رکھتا ہے۔

⇐ قاعدہ "أمر اقل" جنس پر دلالت کرتا ہے اور "کل" جنس کا احتمال رکھتا ہے

please Describe this

جب کسی نے قسم کھائی کہ پانی نہیں پیاؤں گا تو معمولی قطرہ پینے سے بھی حانث ہو جائے گا۔ اگر اس نے اس قسم سے عالم کے پانیوں کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہے

اسی کیلئے ہم نے کہا کہ جب شوہر نے اپنی منکوحہ سے کہا طَلِّقِي نَفْسَكِ عورت نے کہا "طلقت نَفْسِي" اس سے ایک طلاق واقع ہوگی اگر اس نے تین کی نیت کی تو درست ہے۔ اسی طرح اگر کسی دوسری سے کہا "طَلِّقْهَا" تو مطلق رکھنے کے وقت ایک کو شامل ہے اور اگر تین کی نیت کی تو نیت درست ہے اور اگر دو کی نیت کی تو درست نہیں مگر جبکہ منکوحہ لونڈی ہو کیونکہ اس کے حق میں دو ہی کل جنس ہے۔ اگر آقا نے غلام سے کہا "تَزَوَّجْ" تو یہ ایک عورت کے ساتھ شادی کو درست ہے۔ اور اگر دو کی نیت کی تو درست ہے۔ اور اگر دو کی نیت کی تو درست ہے کیونکہ یہ غلام کے حق میں کل جنس ہے

⇐ اگر أمر بالفعل تکرار کا تقاضہ نہیں کرتا ہے تو عبادات (نماز و زکوۃ) کا تکرار کیا ہے۔

عبادات کا تکرار اس فصل (مسئلے) میں سے نہیں پس عبادات کا تکرار امر کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ عبادات کے ان اسباب کے تکرار کی وجہ سے ہے جن کے ذریعے وجوب ثابت ہوتا ہے

أمر اس ادائیگی کو ثابت کرنے کیلئے ہے جو سبب سابقہ

کی وجہ سے جو اس کے ذمہ میں واجب ہوا نہ کہ اصل وجوب کو
ثابت کرنے کیلئے اور یہ امر کے کہنے سے درجے میں ہے۔
" أدِّ ثمن المبيع وأدِّ نفقة الزوجة "
بے شک عبادات واجب ہوتی ہیں اپنی اسباب کی وجہ
سے اور وہ وقت ہے۔ پس امر کا متوجہ ہونا اس ادائیگی
کیلئے جو عبادات میں سے اس پر واجب ہیں۔

فصل ـ مُطلَق عَنِ الوَقت / مُقیَّد بِالوَقت

مأمور بہ (شرعی احکام) کی دو قسمیں ہیں
① مطلق عن الوقت ② مقیّد بالوقت

س مُطلَق عَنِ الوَقت کا حکم بیان کریں؟

مُطلَق عَنِ الوَقت کا حکم یہ ہے کہ اس کی ادائیگی کا واجب
ہونا تاخیر کے ساتھ مگر ایسی شرط کے ساتھ کہ عمر میں فوت نہ ہو

س مُطلَق عَنِ الوَقت کی مثالیں کیا ہوں گی؟

اگر کسی نے منت مانی کہ وہ کسی مہینے کا اعتکاف کرے گا تو
ناذر کیلئے جائز ہے کہ وہ جس مہینے میں چاہے اعتکاف کرے

47

اور اگر منت مانی کہ وہ ایک مہینے کا روزہ رکھنا تو اس کیلئے جائز ہے کہ وہ جس مہینے کے چاہے روزے رکھے

زکوۃ اور صدقہ فطر و عشر میں مذہب معلوم یہ ہے کہ ان میں تاخیر کی وجہ سے مکلف نافرمان نہ ہوگا (عند الشافعی) اگر نصاب ہلاک ہوگیا تو واجب ساقط ہوجائے گا اور حانث کا جب مال ہلاک ہوگیا اور وہ فقیر ہوگیا تو صوم کے ذریعے کفارہ ادا کرے گا۔

اسی پر ہم نے کہا اوقات مکروہہ میں نماز کی قضاء واجب نہیں کیونکہ جب قضاء مطلقا واجب ہوئی تو قضاء کاملا واجب ہوئی۔ ادائے ناقص کی وجہ سے مکلف ذمہ داری سے نہیں نکلے گا۔

تغیر شمس کے وقت عصر کی نماز جائز ہے از روئے ادا کے اور عصر کی قضاء جائز نہیں

امام کرخی سے منقول ہے کہ امر مطلق فور پر وجوب کو ثابت کرتا ہے۔ ہمارا ان سے اختلاف وجوب علی الفور کے معاملے میں ہے۔ باقی رہی بات جلدی جلدی ادا کرنا وہ مستحب ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

مقررات إدارة كنز المدارس

أصول الشاشي

لنظام الدين أبي علي أحمد بن محمد بن إسحاق الشاشي

المتوفى سنة ٣٤٤ھ

مع حاشيته

أحسن الحواشي

تقديم

المدينة العلمية (دعوت اسلامی)

Islamic Research Center

R&D Kanz-ul-Madaris Board

مكتبة المدينة

MAKTABA TUL MADINAH

التابعة

لمركز الدعوة الإسلامية

(دوسری سہ ماہی)

اُصُولُ الشَّاشِی

فصل فی النہی

افعال حسیہ اور تصرفات شرعیہ کیا ہیں؟

افعال حسیہ جیسے زنا کرنا، شراب پینا، جھوٹ بولنا، ظلم کرنا

تصرفات شرعیہ جیسے یوم نحر میں روزہ رکھنے سے منع کرنا اور مکروہ وقت میں نماز پڑھنے سے منع کرنا

افعال حسیہ اور تصرفات شرعیہ کا حکم لکھیں؟

افعال حسیہ کا حکم یہ ہے کہ جس سے منع کیا گیا ہو وہ چیز اس کا عین ہو جس پر نہی وارد ہوتی ہے پس اس کا عین ہی قبیح ہو اور وہ بالکل مشروع ہی نہ ہو۔

افعال شرعیہ کا حکم یہ ہے کہ جس سے منع کیا گیا ہو وہ چیز کا غیر ہوتا ہے جس کی طرف نہی کی اضافت کی جاتی ہے تو بذات خود منھی عنہ حسن ہوتا ہے لیکن غیر کی وجہ سے قبیح ہوتا ہے۔ تصرفات شرعیہ کو کرنے والا غیر کے سبب حرام کا مرتکب ہوتا ہے نہ کہ بذات خود اس کی وجہ سے

CamScanner

"النہی عن التصرفات الشرعیۃ یقتضی تقریرھا" کی وضاحت درج کریں؟

افعالِ شرعیہ پر نہی کا وارد ہونا ان کی بقاء کا تقاضہ کرتی ہے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ وہ افعال نہی سے پہلے جیسے مشروع تھے ایسے ہی نہی آنے کے بعد مشروع ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ اگر نہی کے بعد مشروع نہ رہے تو بندہ مشروع کی تحصیل سے عاجز ہو جائے گا۔ اور ایسا شارع علیہ السلام سے محال ہے۔
اسی بات کے ذریعے سے افعال حسیہ اور شرعیہ میں باہم فرق ہو گیا۔ اسی وجہ سے کہ اگر اس کا عین (اصل) ہی قبیح ہے تو وہ عاجز کی طرف لے جانے والی نہی نہیں۔ اسی وصف کے ساتھ مکلف فعل حسی سے عاجز نہیں ہوتا۔

"نہی العاجز" سے تفریع پانے والے مسائل یہ ہیں

بیع فاسد کا حکم، اجارہ فاسد کا حکم، نحر کے دن روزہ رکھنے کی منت ماننا اور تصرفات شرعیہ کے تمام صور تیں جن میں نہی وارد ہوئی ہے۔
ہم نے کہا کہ
" البیع الفاسد یفید الملک عند القبض "

اس اعتبار کے پیش نظر کہ وہ بیع ہے اگرچہ کے غیر کی وجہ سے اس کو توڑنا ضروری ہے۔

برخلاف مشترکہ عورت سے نکاح کرنا، باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا، کسی دوسرے کی عدت والی عورت سے نکاح کرنا، محارم سے نکاح کرنا اور بغیر گواہوں کے نکاح کرنا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ نکاح تصرفات کے حلال ہونے کو ثابت کرتا ہے اور نہی تصرفات کی حرمت کو ثابت کرتی ہے پس حلال و حرام کو جمع کرنا محال ہے تو نہی کو نفی پر محمول کیا جائے گا

بیع ملکیت کو ثابت کرتی ہے اور نہی تصرفات کی حرمت کو ثابت کرتی ہے تو یہ جمع کرنا ممکن ہے کہ "ملک ثابت ہو اور تصرف کرنا حرام ہو"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ مسلم کی ملکیت میں موجود انگور کا شیرہ شراب بن جائے تو اس میں مسلم کی ملک ہو گی اور تصرف کرنا حرام ہو گا"

"یوم نحر میں روزہ رکھنا اور اوقات مکروہہ میں نماز پڑھنا" اس طرح کی نذر کا کیا حکم ہے؟

"جب کسی نے ایام نحر میں روزہ رکھنے کی نذر مانی تو وہ منت درست ہے"

کیوں کہ شریعت میں روزے کی منت ماننا مشروع ہے "اسی طرح کسی نے اوقات مکروہہ میں نماز پڑھنے کی منت مانی تو درست ہے اس وجہ سے کہ عبادت کی نذر ماننا مشروع ہے بسبب اس کے کہ افعال شرعیہ سے نہی وارد ہونا تصرفات کی بقاء کو ثابت کرتی ہے۔

اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ "اگر کسی نے مکروہ وقت میں نفل شروع کر دی تو اس پر شروع کرنے کی وجہ سے لازم ہو جائے گی پورا کرنے کی وجہ سے حرام کا مرتکب ہو یہ ضروری نہیں

اگر اس نے صبر کیا، توڑ دیا، پھر نکلا شمس کے بلند ہونے یا غروب ہونے یا زائل (ڈھل) ہو جانے کی وجہ سے بغیر کراہت کے پورا کرنا ممکن ہونے کی وجہ سے نماز حلال ہوگی اسی کے ذریعے سے عید کے دن روزہ رکھنے کا فرق ہوا پس کہ طرفین علیہما الرحمۃ کے نزدیک اگر شروع کر دیا تو اس پر لازم نہیں ہوگا کیونکہ پورا کرنا سے حرام کے ارتکاب سے بچنا ممکن نہیں

حائضہ سے تعلقات قائم کرنے کے متعلق کلام قلمبند کیجئے؟

أذی (گندگی) کا اعتبار کرنے کی وجہ سے حائضہ کے قریب جانا بھی منع ہے وجہ یہ فرمان الہی

"ویسألونک عن المحیض قل ھو أذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوھن حتی یطھرن"

حائضہ کے ساتھ تعلقات پر احکام ذیل ترتیب پائیں گے

(۱) نسلی نسب مرد کا وطی کرنے والا ثابت ہونا

(۲) عورت کا پہلے شوہر کیلئے حلال ہو جانا

(۳) مہر، عدت اور نفقہ کا حکم لگنا

اگر مہر کی وجہ سے عورت چھوڑنے سے انکار کر دے تو وہ نافرمان ہے اور مہر کی وجہ سے نفقہ اور رہائش کی حقدار نہیں یہ موقف صاحبین کا ہے

کیا فعل کا حرام ہونا ترتب احکام کے خلاف ہے؟

کسی کام کا حرام ہونا مسائل کے ترتب کے خلاف نہیں ہے جیسے حائضہ کو طلاق دینا، غصب کے پانی سے وضو کرنا، غصب کی کمان سے شکار کرنا، غصب کی چھری سے ذبح کرنا، غصب کی زمین پر نماز پڑھنا، اذان کے وقت خرید و فروخت کرنا ان تصرفات کی وجہ سے مسائل ترتیب پائیں گے۔

فاسق کا اہل شہادۃ ہونے کی بحث لکھیں؟

اس کی اصل دلیل اللہ پاک کا فرمان
"ولا تقبلوا لهم شهادة أبدا"
بے شک فاسق شہادۃ کی اہلیت رکھتا ہے تو فاسق کی گواہی سے نکاح منعقد ہو جائے

کیونکہ جو نہی ہے وہ قبول شہادۃ سے ہے بدون شہادۃ محال ہے۔ گواہ کی ادائیگی میں فساد کی وجہ سے فساق کی گواہی کو قبول کرنے سے منع کیا نہ کہ اصلا گواہی کے قابل نہ ہونے میں اور اسی پر ہا فساق پر لعان ضروری نہیں کیونکہ یہ گواہی کے ادائیگی میں ہے اور فسق کے ساتھ ادا ہے۔

فصل فی تعریف طریق المراد بالنصوص

نصوص کی مراد کو جاننے کے چند طریقے لکھیں؟

① لفظ ایک معنی کیلئے حقیقت ہو اور دوسرے معنی کیلئے مجاز ہو تو حقیقت اولیٰ ہے

اس کی مثال میں ہمارے علماء نے فرمایا
"البنت المخلوقة من ماء الزنا یحرم علی الزانی نکاحها"
امام شافعی نے فرمایا "حلال" ہے اور صحیح وہ ہے جو ہم نے کہا
کیونکہ اس کی بیٹی حقیقت میں داخل ہے اور اللہ کا فرمان
"حُرِّمَتْ علیکم أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ"۔
اس اختلاف کی وجہ سے مندرجہ ذیل مسائل نکالے جائیں گے۔

① وطی کا حلال ہونا
② مہر کا واجب ہونا
③ نفقہ کا لازم ہونا
④ وراثت کے حصوں کا جاری ہونا
⑤ گھر سے نکلنے اور کسی جگہ جانے سے منع کرنے کا اختیار ہونا۔

② جب نص میں دو محملوں میں سے ایک کی تخصیص ہو اور دوسرے کی تخصیص نہ ہو تو جو تخصیص کو مستلزم نہیں اس پر حمل اولیٰ ہے۔

اس کی مثال اللہ پاک کے فرمان میں

"اولامستم النساء"

اگر ملامسة کو جماع پر محمول کیا جائے تو تمام صورتوں میں معمول بہ ہوگا

اور اگر چھونے پر محمول کیا جائے تو کثیر صورتوں کے ساتھ مخصوص بہ ہوگی

بے شک محارم اور چھوٹے بچے کو چھونا وضو کو نہیں توڑتا ہے امام شافعی کے دو قولوں میں سے صحیح قول کے مطابق۔ تو اس سے دو مذہبوں کے لحاظ سے مسائل تفریع پائینگے۔

① نماز کا جائز ہونا

② قرآن پاک کو چھونا ③ امامت کا درست ہونا

④ مسجد میں داخل ہونا

⑤ پانی کی عدم موجودگی میں تیمم کا درست ہونا

⑥ نماز کے دوران چھونا یاد آجانا

3 جب دو قراءتوں سے آیت پڑھی جائے یا دو لفظوں سے حدیث روایت ہو تو اس صورت پر عمل کرنا اولی ہے جو دونوں صورتوں کو شامل ہو

فرمایا "وارجلکم"

اگر نصب کے ساتھ پڑھا جائے تو اعضاء مغسولہ پر عطف ہوگا اگر کسرہ کے ساتھ پڑھا جائے تو اعضاء ممسوحہ پر عطف ہوگا، تو خفف والی قراءت کو کسرہ پر محمول کریں گے اور نصب والی قراءت کو عدم تخفیف والی صورت پر

اسی صورت کا اعتبار کرتے ہوئے بعض نے فرمایا "جواز المسح ثبت بالکتاب"

فرمایا ← کذلک قولہ تعالیٰ "حتی یطھرن"

تشدید اور تخفیف کے ساتھ پڑھنا تو تخفیف والی قراءۃ میں عمل کیا جائے جب دس دنوں میں حیض ختم ہو۔ اور تشدید والی قراءۃ پر عمل کیا جائے گا دس دنوں سے کم میں حیض ختم ہو

اسی پر ہمارے ساتھیوں نے کہا

جب حیض کا خون دس دن سے کم میں منقطع ہو/رُکا تو عورت سے غسل جائز نہیں جب تک غسل نہ کر لے کیونکہ کمال طہارت غسل کے ذریعے سے ہی ثابت ہوگا

جب حیض کا خون پورے دس دن میں رُکا تو غسل کرنے سے قبل وطی تو جائز ہے۔ کیونکہ مطلق طہارۃ خون کے رُکنے سے ثابت ہوگئی اور وجہ مذکورہ سے ہم نے کہا

جب حیض کا خون دس دن سے رُکے اور نماز کا آخری وقت ہو تو فرض اس پر لازم ہوگا اگرچہ کہ اتنا وقت نہ بچے کہ جس میں عورت غسل کر سکے۔ جب حیض کا خون دس دن سے کم میں رُکا تو اتنا وقت باقی ہے کہ غسل کرے اور تحریمہ کہہ لے تو نماز لازم ہے ورنہ نہیں

تمسکات ضعیفہ کی مثالیں اور نظائر لکھیں؟

First

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت ہے کہ
"أَنَّهُ قَاءَ فَلَمْ يَتَوَضَّأْ"

اس سے یہ ثابت کرنا کہ قے Vomiting وضو توڑنے والی نہیں ہے یہ بات ضعیف ہے کیونکہ اثر (حدیث فعلی) اس بات پر دال ہے کہ قے فوراً اسی وقت وضو کو واجب نہیں، اس بات میں کوئی اختلاف نہیں اختلاف تو اس کے ناقض وضو ہونے میں ہے۔

Second

اللہ پاک نے فرمایا "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ"

اس سے یہ ثابت کرنا کہ پانی میں مکھی کا مرنا فساد کا سبب ہے یہ بات ضعیف ہے کیونکہ آیت مردار کے حرام ہونے کو ثابت کر رہی ہے اس میں اختلاف نہیں اختلاف تو پانی کے فساد ہونے میں ہے۔

Third

نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے
"حتیہ ثم اقرصیہ ثم اغسلیہ بالماء"

اس سے یہ ثابت کرنا کہ سرکہ نجاست کو دور کرنے والا نہیں یہ بات ضعیف ہے کیونکہ حدیث پانی کے ذریعے خون کو

دھونے کا تقاضا کر رہی ہے جگہ پر خون کی موجودگی کی حالت میں مقید کرنا اس میں اختلاف نہیں اختلاف تو اس بات میں ہے کہ پانی کے ذریعے خون زائل ہونے کے بعد جگہ کو پاک کرنے کے ذریعے ہو۔

Fourth

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے کہ
"فی أربعین شاۃ شاۃ"

اس سے یہ ثابت کرنا کہ قیمت کے ذریعے زکوۃ ادا کرنا یہ ناجائز ہے یہ بات ضعیف ہے کیونکہ حدیث شاۃ (بکری) کے وجوب کا تقاضا کر رہی ہے اس میں اختلاف نہیں اختلاف تو اس بات میں ہے کہ قیمت کی ادائیگی سے واجب ساقط ہو جائے گا یا نہیں۔

Five

اللہ تبارک وتعالی کا فرمان عالی شان ہے
"أتموا الحج والعمرة للہ"

اس سے یہ ثابت کرنا کہ عمرہ واجب ہے یہ بات ضعیف ہے کیونکہ آیت اس کے پورا کرنے کا تقاضا کر رہی ہے اور یہ پورا کرنا شروع کرنے کے بعد سے ہے اور اس میں اختلاف نہیں اختلاف تو اس بات میں ہے کہ عمرہ ابتدا واجب ہے۔

Six

آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے کہ
"لا تبیعوا الدرھم بالدرھمین ولا الصاع بالصاعین"

اس سے یہ ثابت کرنا کہ بیع فاسد مفید ملک نہیں ہے یہ بات ضعیف ہے کیونکہ نص بیع فاسد کی تحریم کا تقاضا کر رہی ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اختلاف تو اس بات میں ہے کہ بیع فاسد سے ثبوت ملکیت ہے یا نہیں۔

Seven:

پیارے آقا مکی مدنی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان
"ألا لا تصوموا فی ھذہ الأیام فإنھا أیام أکل وشرب وبعال"

اس سے یہ ثابت کرنا کہ یوم نحر کے روزے کی نذر ماننا درست نہیں ہے یہ بات ضعیف ہے کیونکہ نص کام کے حرام ہونے کا تقاضا کر رہی ہے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے اختلاف اس میں ہے کہ کام حرام ہونے کے باوجود مسائل تفریع پائے۔

نوٹ ⟵

کام کا حرام ہونا مسائل کے ترتیب پانے کے خلاف نہیں ہے
(1) اگر باپ اپنے بیٹے کی لونڈی سے اولاد چاہے یہ کام حرام ہے اور وطی کے ذریعے باپ کیلئے ملکیت ثابت ہو جائے گی
(2) اگر غصب کی چھری سے ذبح کیا تو ذبیحہ حلال ہے اور یہ فعل حرام ہے (3) اگر غصب کے پانی سے نجس کپڑا دھویا یہ حرام ہے اور کپڑا پاک ہو جائے گا (4) اگر حیض کی حالت میں

عورت سے وطی کی تو یہ کام حرام ہے اور اس کے ذریعے
وطی کرنے والے کا شادی شدہ ہونے کا ثابت ہوگا اور عورت
پہلے مرد کیلئے حلال ہوگی (طلاق ثلاثہ والی)

حروف المعانی

"واو" کی تفصیل لکھیں؟

واو مطلق جمع کیلئے آتا ہے۔ جبکہ
امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ترتیب کو لازم کرتا ہے
اسی وجہ سے شوافع کے نزدیک وضو میں اعضاء دھونے
میں ترتیب لازم ہے۔

ہمارے علماء علیہم الرحمۃ نے فرمایا
جب شوہر نے اپنی بیوی سے یہ کہا "إن کلمت زیدا و
عمرا فأنت طالق" تو عورت نے پہلے عمرو سے پھر زید
سے کلام کیا تو طلاق واقع ہوجائے گی کیونکہ واو میں ترتیب
اور مقارنۃ شرط نہیں ہے
اور اگر اپنی عورت سے کہا "إن دخلت هذه الدار وهذه الدار
فأنت طالق" تو دوسرے گھر میں داخل ہوگی پھر پہلے

گھر میں داخل ہوئی تو طلاق واقع ہو جائے گی

امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا:
جب شوہر بیوی سے کہے گا "إن دخلت الدار وأنت طالق"
تو اسی وقت طلاق واقع ہو جائے گی۔

واو کے سبب سے طلاق کے ترتب کیلئے اگر یہ ترتیب
کا تقاضا کرے اور یہ قول تعلیقاً ہوگا نہ کہ تنجیزاً

"واو" کے مجازی معنی / استعمالات لکھیں؟

بسا اوقات واو حال کیلئے آتا ہے تو حال اور ذوحال کے
معنی کو جمع کرتا ہے اور اس وقت واو معنی شرط کا بھی فائدہ
دیتا ہے، اس کی مثال جب ماذون غلام کے بارے میں
مولی نے کہا "أدِّ إلیَّ ألفاً وأنت حر" تو اس کی آزادی
کیلئے ہزار کی ادائیگی شرط ہے

امام محمد نے "السیر الکبیر" میں فرمایا
جب سلطان (بادشاہ) نے کفار سے کہا "افتحوا الباب وأنتم
آمنون" تو دروازہ نہ کھولنے کی صورت میں نہ امن والے ہیں
اگر سلطان نے حربی سے کہا "انزل وأنت آمن" تو اترے بغیر
امن والا نہیں ہوگا۔

تو مجاز کے طریقے سے واو حال کا معنی رکھتا ہے

تو حال کا معنی لینے کیلئے دو شرطیں ضروری ہیں

① لفظ اس معنی کا احتمال بھی رکھتا ہو اور

② اس پر دلیل بھی قائم ہو

جیسے آقا نے اپنے غلام سے کہا " أد الی ألفے وأنت حر "
بے شک ادائیگی رقم کے وقت آزادی متحقق ہوگی اور
اس پر دلیل قائم ہے کہ "غلام اپنی قیمت کے قیام کے ساتھ آقا
اپنے غلام پر مال لازم نہیں کر سکتا اس کے ذریعے تعلیق صحیح ہے تو
تعلیق پر اس کو محمول کیا۔

شوہر نے اپنی بیوی سے کہا
"أنت طالق وأنت مریضة" أو "مصلیة" اسی وقت
طلاق واقع ہو جائے گی اگر تعلیق کی نیت کی تو اس کی نیت
بھی اس کے اور اللہ پاک کے درمیان (دیانة) درست ہے، اگر
وہ لفظ معنی حال کا احتمال رکھتے ہیں مگر ظاہر معنی حال کے خلاف
ہے اگر اس کو تو دیانة ثابت ہوگا،

اگر رب المال نے کہا
"خذ هذه الألف مضاربة واعمل بها في البز" تو وہ بز
(کپڑے کے کاروبار) میں لگانا ضروری نہیں اور وہ مضاربت عام
ہو گی۔ کیونکہ (جو جملہ بولا ہے) وہ حال کی صلاحیت نہیں رکھتا
ہے "لصحة العطف" تو کلام کو اس فعل کے ساتھ مقید نہیں
کریں گے

اسی وجہ سے امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا

جب عورت نے اپنے Husband سے کہا "طَلِّقْنِيْ وَلَكَ أَلْفٌ" اس پر شوہر نے طلاق دے دی تو عورت پر کوئی چیز واجب نہیں ہوگی کیونکہ عورت کا یہ کہنا "وَلَكَ أَلْفٌ" عورت پر ہزار کے واجب ہونا حال کا فائدہ نہیں دے رہا ہے۔ عورت کا قول "طَلِّقْنِيْ" بذات خود مفید ہے دلیل کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اس پر عمل کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ برخلاف اس کے (جبکہ طلاق اور اجارہ میں فرق واضح کرنے کیلئے) کسی نے کہا "احمل هذا المتاع ولك درهم"

کیونکہ اجارہ کی دلالت لفظ کی حقیقت کے ذریعے سے عمل کو مانع ہے۔

حروف معانی میں سے "فاء" کی تفصیلات لکھیں؟

فاء "تعقیب مع وصل" کیلئے آتا ہے۔ اسی وجہ سے جزاؤں میں استعمال ہوتا ہے کیونکہ جزاء شرط کے فوراً بعد پائی جاتی ہے

ہمارے اصحاب نے فرمایا

جب بائع نے کہا "بعت منك هذا العبد بألف" تو مشتری نے کہا "فهو حر" تو اس کا یہ قبول اقتضاءً بیع کو قبول کرنے کیلئے ہے۔ بیع کے فوراً بعد اس قول کی وجہ سے آزادی ثابت ہو جائے گی۔ برخلاف جب اس طرح کہا "وهو حر" یا "هو حر" تو یہ بیع کو رد کرنے کیلئے ہے۔

جب کسی نے درزی سے کہا

"انظر الى هذا الثوب أيكفيني قميصا" فنظر فقال نعم تو کپڑے کے مالک نے کہا "فاقطعه" تو درزی نے اسے کاٹ دیا اب اگر وہ قمیص کیلئے ناکافی ہے تو درزی ضامن ہے کیونکہ کپڑے کے مالک نے کفایت کے فوراً بعد اس کو کاٹنے کا حکم دیا برخلاف جب کہے گا "اقطعه" یا "واقطعه" تو ان صورتوں میں درزی ضامن نہیں ہوگا

اگر کہا "بعت منك هذا الثوب بعشرة فاقطعه" تو درزی نے کچھ کہے بغیر کپڑے کو کاٹ دیا تو بیع تام ہو گئی۔

اگر شوہر نے بیوی سے کہا

"ان دخلت هذه الدار فهذه الدار فأنت طالق" تو پہلے گھر میں داخل ہونے کے فوراً بعد دوسرے گھر میں متصلاً داخل ہونا شرط ہے۔ یہاں تک اگر پہلے دوسرے گھر میں داخل ہوئی اور پھر پہلے میں یا پھر ترتیب تو برقرار رکھے لیکن دوسرے

گھر میں مدت کے بعد داخل ہوئی تو بھی طلاق واقع نہیں ہوگی

سوال ۔ "فاء" کے مجازی معنی لکھیں؟

کبھی کبھار "فاء" علت کے بیان کیلئے بھی آتا ہے
اس کی مثال ہے
جب آقا نے اپنے غلام سے کہا "أدّ إليّ ألفا فأنت حر" تو غلام اسی وقت آزاد ہو جائے گا اگرچہ اس نے کوئی چیز نہ ادا کی ہو اور یہ رقم اس پر دین ہو جائیگی۔

اگر مسلمان نے حربی سے کہا

"إنزل فأنت آمن" تو وہ امن والا ہے اگرچہ نہ اُترا ہو۔ "جامع الصغیر" میں ہے جب شوہر نے کہا "أمر إمرأتي بيدك فطلقها" تو مرد نے مجلس میں طلاق دے دی تو وہ طلاق بائنہ ہوگی تو پہلی کے علاوہ دوسری مرتبہ وہ طلاق دینے کا وکیل نہیں ہے تو گویا کہ یہ یہی ہے کہ "طلقها بسبب أنّ أمرها بيدك"

اور اگر کہا

"طلقها فجعلت أمرها بيدك" تو اس نے مجلس میں طلاق دے دی تو یہ طلاق رجعی ہوگی

اور اگر کہا

"طلقها وجعلت امرها بيدك" تو اس نے مجلس میں طلاق دے دی تو دو طلاقیں پڑ جائیں گی (ایک رجعی اور دوسری بائنہ)

قال: أصحابنا رحمہم اللہ ہے

"جب منکوحہ لونڈی آزاد ہو گئی تو اس کو اختیار ہوگا چاہے اس کا شوہر غلام ہو یا آزاد"

کیونکہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب وہ آزاد ہوئی۔

"ملکت بضعك فاختاري"

حضرت بریرہ کیلئے اختیار ثابت ہو گیا کیونکہ آزادی کی وجہ سے وہ اپنے بضع کی مالک ہو گئی۔ ملک بضع کے ثابت ہونے کی وجہ سے اس میں کوئی فرق نہیں کہ ان کا شوہر آزاد ہو یا غلام

فاء کی وجہ (بیان علة) سے عورتوں کو طلاق دینے میں اعتبار کیے جانے والے مسئلے نکالے جائیں گے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ عورت کی ملک بضع شوہر کی ملکیت سے زائل/خارج نہیں ہوئی عورت کی آزادی سے ملک کی زیادہ کی وجہ ضرورت قبول کیطرف دعوی کرے گی یہاں تک کہ زیادہ میں شوہر کیلئے ملکیت ثابت ہو سکتی ہے۔ عورت کو اختیار ملنے کا سبب اس کی ازدیاد ملک ہے۔

عورتوں کو طلاق دینے میں اعتبار کیے جانے والے مسئلوں کی علت میں اصل عورت کی آزادی کی وجہ سے اس کی ملک بضع کا بڑھ جانا ہے۔ عورت کی آزادی کی وجہ سے

تین طلاقوں کی ملکیت کا حکم لگایا جائے قطع نظر شوہر کی آزادی کے جیساکہ یہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کا مذہب ہے۔

حروف معانی میں سے "ثُمَّ" کی تفصیل مطلوب ہے؟

ثم تراخی کیلئے آتا ہے

عند أبي حنيفة ← لفظ اور حکم دونوں میں تراخی کا فائدہ دیتا ہے

عند الصاحبین ← صرف حکم میں تراخی کا فائدہ دیتا ہے۔

جب مرد نے اپنی غیر مدخولہ کو کہا

"ان دخلت الدار فأنت طالق ثم طالق ثم طالق" پہلی طلاق دخول پر معلق ہے اور اور دوسری فی الفور واقع ہو جائے گی اور تیسری لغو ہے یہ امام اعظم کا موقف ہے

جبکہ صاحبین کے نزدیک تمام دخول پر معلق ہیں پھر دخول پر ترتیب ظاہر ہوگی اور ایک ہی طلاق واقع ہوگی

اگر اس غیر مدخولہ کو کہا

"أنت طالق ثم طالق ثم طالق إن دخلت الدار" تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک پہلی طلاق اسی وقت پڑ جائے گی، دوسری اور تیسری لغو ہونگی اور صاحبین کے نزدیک دخول کے وقت ایک ہی طلاق پڑے گی

اگر عورت مدخولہ ہو تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

(۲) اگر شرط مقدم ہے تو پہلی دخول کے وقت پڑے گی اور دوسری

(۳)

اور تیسری
اسی وقت پڑ جائے گی اور اگر شرط کو مؤخر رکھا تو پہلے والے دو
طلاقیں اسی وقت پڑ ینگی اور تیسری دخول پر پڑ جائے گی۔
صاحبین کے نزدیک ہے
شرط کو مقدم اور مؤخر کرنے کی صورتوں میں کل
طلاقیں دخول کے وقت ہی سے متعلق ہونگی۔

حروفِ معانی میں سے "بَل" کی وضاحت تحریر کرو؟

بَل غلطی کی تلافی / تدارک کیلئے آتا ہے

اس طرح کہ دوسرے کو پہلے کے قائم مقام کرنا جیسا کسی نے غیر مدخولہ سے کہا "أنتِ طالقٌ واحدةً لا بَل ثنتين" تو ایک طلاق پڑ جائے گی تو اس کا پہلی سے رجوع کرنا اور دوسرے قول کو پہلے کے قائم مقام کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ (غیر مدخولہ) دو طلاقوں کا محل ہی نہیں ہے تو اس کا "ثنتين" کہنا لغو ہے۔

اور اگر مدخولہ سے اس طرح کہا تو تین طلاقیں پڑ جائیں گی برخلاف اس کے کہ کسی نے فلاں سے کہا "عليّ ألفٌ لا بل ألفان" تو ہمارے نزدیک دو ہزار واجب ہونگی نہ کہ تین ہزار

اس پر امام زفر نے فرمایا (علیہ الرحمۃ)
(یجب ثلاثة آلاف) کیونکہ لفظِ بل کی اصل یہ ہے کہ وہ غلطی کے تدارک کیلئے آتا ہے، دوسرے کو پہلے کے قائم مقام کرنے کیلئے
کی وجہ سے

اقرار سے مقرّ کا پہلے ہزار کو باطل کرنا درست نہیں ہے ضروری ہے کہ دوسرے قول کو ماننے کے ساتھ ساتھ پہلے کو باقی رکھا جائے پہلے ہزار روپے پر ہزار کو زیادہ بڑھانے کے طریقے سے ہے۔ برخلاف طلاق کے معاملے کے اگر کہا "أنت طالق واحدة لا بل ثنتين"

اہم قاعدہ

"اگر بات اخبار کی ہوگی جیسے اقرار کرنا تو غلطی کی تلافی درست ہوگی اور اگر بات انشاء کی ہوگی تو غلطی کا تدارک درست نہیں ہوگا جیسے طلاق کا معاملہ۔

یہانتک کہ اگر کوئی طریقہ اخبار سے طلاق دیتا ہے تو تدارک الغلط درست مانا جائے گا جیسے کہا شوہر نے اپنی بیوی سے کہ "كنت طلقتك أمس واحدة لا بل ثنتين" يقع ثنتان

حروف معانی میں سے استدراک بعد النفی "لکن" کی وضاحت قلمبند فرمائیے؟

لکن نفی کے بعد استدراک کیلئے آتا ہے تو لکن کا حکم یہ ہے کہ اپنے مابعد کو ثابت کرتا ہے اور ماقبل کی نفی دلیل کے ذریعے ثابت ہوتی ہے

"کلمة "لکن" کے ذریعے عطف اس وقت متحقق ہوتا ہے جب اتساق کلام پایا جائے"

اگر کلام مُتَّسِق ہوگا تو نفی اثبات کے ذریعے متعلق ہوگا اس سے جو لکن کے بعد ہے۔ اگر یہ معاملہ نہ ہو تو وہ مُسْتَأنِفَہ ہے

اس کی مثال جو امام محمد نے جامع کبیر میں نقل فرمائے

"جب مقر نے کہا" لفلان علی ألف قرض " تو مقر لہ نے کہا " لا و لکنّہ غصب " تو مال لازم ہو جائے گا کیونکہ کلام متسق ہے اور ظاہر ہے کہ نفی سبب میں ہے نہ کہ نفسِ مال میں اور اسی طرح کسی نے کہا " لفلان علی ألف من ثمن هذه الجارية " تو دوسرے نے کہا "لا، الجارية جاريتك ولكن لي عليك ألفا (قرض) " مال لازم ہو جائے گا کیونکہ نفی سبب میں ہے نہ کہ اصل مال میں۔

اگر کسی مرد کے ہاتھ میں غلام تھا اس نے کہا "هذا لفلان" فقال فلان: ما كان لي قط ولكنه لفلان آخر" اگر کلام متصلا ہے تو غلام دوسرے مقر لہ کیلئے ہے کیونکہ نفی اثبات کے ذریعے سے متعلق ہے اور اگر اس نے فصل کیا تو غلام مقر لہ اول کیلئے ہے، مقر لہ اول کا قول اقرار کو رد کرتا ہے۔

اگر لونڈی نے مولی کی اجازت کے بغیر بذات خود سو درھم کے عوض میں، شادی کرلی تو مولی نے کہا " لا أجيز العقد بمائة درهم ولكن أجيزه بمائة وخمسين " عقد باطل ہو جائے کیونکہ کلام غیر متسق ہے کیونکہ اجازۃ کی نفی اور اجازۃ کا اثبات متحقق نہیں تو اس کا قول یہ ہے کہ "لکن أجيزه" إثباته بعد رد العقد۔ اور اسی طرح اگر کہا

"لا أجيزه ولكن أجيز إن زدتني خمسين على المئة" اس کا یہ قول نکاح کو فسخ کرنا ہے۔ کلام کا متسق ہونا لکن کی شرط میں سے ہے اور یہ کلام متسق نہیں۔

حروف معانی میں سے "أو" کی تفصیل تحریر کیجئے؟

أو ذکر کردہ افراد میں سے ایک غیر متعین فرد کیلئے آتا ہے

اگر کسی مولی نے اپنے غلاموں سے کہا "هذا حر أو هذا" اس کا یہ قول اس درجہ میں ہے جیسے کسی نے کہا "أحدهما حر" لیکن مولی کو بیان ولایت حاصل ہے۔

اگر آقا نے دو مردوں کو وکیل کرتے ہوئے کہا

وكلت ببيع هذا العبد هذا أو هذا" ان دو مردوں میں سے ایک وکیل ہے اور دونوں کیلئے بیع کرنا جائز ہے اور اگر ان دونوں سے ایک نے غلام بیچا پھر غلام دوبارہ مولی کے پاس لوٹ آیا اب دوسرے وکیل کو اختیار نہیں کہ وہ اب اس غلام کو بیچے۔

کسی مرد نے اپنی تین بیویوں سے کہا

"هذه طالق أو هذه وهذه" پہلی دو میں سے ایک کو اور عطف بالواو کی وجہ سے تیسری کو اسی وقت طلاق ہو جائے گی اور شوہر کو پہلی دونوں کے معاملہ طلاق میں اختیار ہے

گویا کہ اس مرد نے یوں کہا "إحداكما طالق وهذه"

کنسی کے تحت امام زفر علیہ الرحمہ نے فرمایا

"لا أکلّم ھذا أو ھذا و ھذا" حالف کا یہ قول اس درجے میں ہے کہ "لا أکلّم أحد ھذین و ھذا" جب پہلے دو میں سے ایک سے اور تیسرے سے کلام نہیں کرے گا تو حانث نہیں ہوگا

عندنا

اگر فقط پہلے سے کلام کر لیا تو حانث ہو جائے گا اور اگر آخری دو میں سے ایک کے ساتھ کلام کیا تو حانث نہیں ہوگا جب تک آخری دو کے ساتھ کلام نہ کر لے۔

اگر کسی مرد نے کہا "بع ھذا العبد أو ھذا" تو وکیل کو اختیار ہے کہ ان دونوں میں سے جس کو چاہے بیچ دے

حقِ مہر کے معاملہ میں "أو" کا کردار

اور اگر مہر میں کو داخل کیا اس طرح کہ مرد نے کہا کہ مرد نے عورت سے شادی کی اتنے یا اتنے عوض (رقم) میں تو امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک مہر مثل لازم آئے گا۔

کیونکہ لفظ "أو" دو میں سے ایک کو شامل ہوتا ہے اور نکاح کے باب میں موجب اصلی مہر مثل ہے تو جو مشابہ ہے قریب ہے اس کو ترجیح ہے۔

حدیث تشہد [إذا قلت هذا أو فعلت هذا فقد تمت صلوٰتك]

تشہد (التحیات) نماز کا رکن نہیں ہے کیونکہ حدیث میں نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے إتمام صلاۃ کو ان دونوں (تشہد اور بمقدار) کے ساتھ معلق کیا تو وہ دونوں شرط نہیں ہیں مسئلہ قعدہ کرنا (بقدر تشہد بیٹھنا) یہ تو شرط ہے اور اسی پر اجماع ہے اور نماز میں تشہد پڑھنا شرط نہیں ہے۔

Rule هذه الكلمة في مقام النفي يوجب نفي كلّ واحد من المذكورين۔
Rule هذه الكلمة في مقام الإثبات يتناول أحدهما مع صفة التخيير

مقام نفی کی مثال " لا أكلّم هذا أو هذا " جب حالف ان دونوں میں سے ایک سے کلام کرے گا تو حانث ہو جائے گا۔

مقام إثبات کی مثال " كقولهم خُذ هذا أو ذلك " تخییر کی ضرورۃ کے پیش نظر إباحۃ میں عموم جیسے اللہ پاک نے فرمایا

" فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ "

یہاں قسم کا کفارہ بیان ہوا ہے اور فرمایا کہ یہ اختیار ہے کہ مذکورہ بالا تین باتوں میں سے جو چاہے کرے۔

سوال: أوْ کے مجازی معنی تحریر کیجئے؟

بسا اوقات أوْ "حتّی" کے معنی میں ہوتا ہے

جیسے فرمان الٰہی ہے

"لیس لک من الامر شیء أو یتوب علیہم"

یعنی اس کا معناہ یہ ہے حتی یتوب علیہم، ہمارے اصحاب نے فرمایا اگر کسی نے کہا "لا أدخل ھذہ الدار أو أدخل ھذہ الدار" یہاں أوْ حتی کے معنی میں ہے اگر حالف پہلے گھر میں داخل ہو گیا تو حانث ہو جائے گا اور اگر دوسرے گھر میں اوّلا داخل ہوا تو اپنی قسم سے بری ہو جائے گا

اور آسان مثال اگر کسی نے کہا "لا أفارقك أو تقضي دینی"

یعنی حتّی تقضي دینی

حروف معانی میں سے "حتّی" کی بحث سپرد قلم کیجئے؟

حتی الیٰ کی طرح اصل وضع میں "غایۃ" کیلئے آتا ہے اگر حتی کا ماقبل امتداد کے قابل ہو اور مابعد امتداد کیلئے غایۃ کی صلاحیت رکھتا ہو تو کلمہ حتی اپنی حقیقت سے عاملہ ہوگا۔

اس کی مثال جو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمائی:

کسی مولی نے کہا "عبدی حر ان لم أضربك حتی یشفع فلان" أو "حتی تصیح" أو "حتی تشتکی بین یدی"

أَوْ حَتّٰى يَدْخُلَ اللَّيْلُ" کلمہ حتّٰی اپنی حقیقت (یعنی غایۃ)
کیونکہ ضرب بالتکرار امتداد کی صلاحیت / احتمال رکھتا
ہے اور فلاں کا سفارش کرنا اور دیگر مثالیں ضرب کیلئے غایت
کی صلاحیت اگر حالف غایۃ سے قبل مارنے سے رک گیا
تو حانث ہو جائے گا

اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ میں اپنے مقروض سے جدا نہیں
ہونگا یہانتک وہ میرا قرض ادا کردے اگر حالف دین کی
ادائیگی سے پہلے جدا ہو گیا تو حانث ہو جائے گا۔ جب
کسی مانع کی وجہ سے حقیقۃً عمل متعذر ہو جیسے کسی نے
قسم کھائی کہ "أَنْ يَضْرِبَهُ حَتّٰى يَمُوْتَ أَوْ حَتّٰى يَقْتُلَهُ"
عرف کا اعتبار کرتے ہوئے اس کو شدید مار پر محمول کیا جائے گا

اگر اول امتداد کے قابل نہ ہو اور دوسرا غایۃ کی صلاحیت
رکھتا ہو اور اول سبب کی صلاحیت رکھتا ہو اور دوسرا
جزاء کی تو جزاء پر محمول کیا جائے گا

حروفِ معانی میں سے "إلیٰ" کی وضاحت کیجئے؟

إلیٰ انتہاءِ غایۃ (مسافۃ کے اختتام) کیلئے آتا ہے
حرفِ إلیٰ بعض صورتوں میں امتداد کے معنی کا فائدہ دیتا ہے اور بعض صورتوں میں اسقاط کا فائدہ دیتا ہے۔

امتداد کی صورت میں

اگر إلیٰ امتداد کا فائدہ دے تو غایۃ (انتہاء) حکم میں داخل نہیں ہوگی۔ اس کی مثال یہ ہے
"اشتریت هذا المكان إلى هذا الحائط"
تو دیوار بیع میں داخل نہیں

اسقاط کی صورت میں

اگر إلیٰ اسقاط کا فائدہ دے تو غایۃ (انتہاء) حکم میں داخل ہوگی۔ اس کی مثال یہ ہے
"باع بشرط الخیار إلى ثلاثة أيام"
تو تیسرا دن بھی حکم میں داخل ہے کیونکہ وہ غایۃ ہے۔
کسی نے قسم کھائی
"لا أكلم فلانا إلى شهر"
تو مہینہ حکم میں داخل ہے یہاں إلیٰ اسقاط کا فائدہ دے رہا ہے۔

اسی پر ہم نے کہا کہ کہنیاں اور گھٹنے دھونے کے حکم میں داخل ہیں کیونکہ رب غفار نے فرمایا [الی المرافق] اگر یہاں اسقاط نہ ہوتو تمام ید کو کھینچنا فرض ہوتا۔

ہم نے کہا کہ گھٹنہ ستر عورت میں داخل ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرمان "عورۃ الرجل ماتحت السرۃ الی الرکبۃ" میں الی اسقاط کا فائدہ دے رہا ہے

بسا اوقات کلمہ "الی" غایۃ میں تاخیر حکم کا فائدہ دیتا ہے اس پر ہم نے کہا

جب شوہر نے اپنی بیوی سے کہا "انت طالق الی شھر" درحالیکہ اس نے کوئی نیت نہیں کی تو فی الحال طلاق واقع نہیں ہوگی برخلاف امام زفر کے کیونکہ شھر کو ذکر کر دینا حکم کو بڑھانے اور اسقاط کی شرعا صلاحیت نہیں رکھتا ہے تو طلاق کو تعلیق کے ذریعے تاخیر پر محمول کریں گے۔

3 حروف معانی میں سے "علی" کی وضاحت لکھیں؟

کلمہ علی کسی چیز کو لازم کرنے کیلئے آتا ہے اس کی اصل یہ ہے کہ یہ بلندی وفوقیت کے معنی کا فائدہ دیتا ہے اسی وجہ سے ہم نے کہا یہ جملہ "لفلان علیّ الف" اس سے دین ثابت ہو رہا ہے۔ برخلاف معنی عندی قبلی کہنے کے

"السیر الکبیر" میں ہے جب قلعہ کے سردار نے کہا

[آمنونی علی عشرۃ من أھل الحصن] تو ہم نے امن دیا تو دس بندے اس کے علاوہ ہونگے اور متعین مستأمن ہی کرے گا اور اگر کہا (آمنونی وعشرۃ) أو (فعشرۃ) أو (ثم عشرۃ) تو ہم نے امن دے دیا اور اب بندوں کو امن دینے والا خود متعین کرے گا۔

"علی" کے مجازی معنی لکھیں؟

بسا اوقات علی مجازا باء کے معنی کیلئے آتا ہے جیسا کہ اگر کسی نے کہا "بعتك هذا علی ألف" معاوضہ کی دلالت کے پائے جانے کی وجہ سے علی باء کے معنی میں ہے۔

بسا اوقات علی شرط کے معنی کیلئے آتا ہے۔ جیسے فرمان باری تعالی

"یبایعنك علی أن لا یشرکن باللہ شیئا"

اسی وجہ سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب عورت نے اپنے شوھر سے کہا (طلقنی ثلاثا علی ألف) تو شوھر نے اسے ایک طلاق دے دی تو بیوی پر مال لازم نہیں ہوگا کیونکہ کلمہ علی یہاں شرط کا معنی دے رہا ہے اور تین طلاقیں لزوم مال کیلئے شرط تھی۔

حروف معانی میں سے "في" کی وضاحت کیجئے؟

کلمہ "في" ظرف کیلئے آتا ہے اور یہ اس کی اصل

کا اعتبار کرتے ہوئے ہے۔ قال أصحابنا

"غصبت ثوبا في منديل أو تمرا في قوصرة"

اس شخص پر دونوں چیزیں لازم ہونگی۔ کلمہ في زمان، مکان اور فعل لغوی (مصدر) کیلئے استعمال ہوتا ہے

جب کلمہ "في" زمانے کیلئے استعمال ہوگا

شوہر کا اس طرح کہنا "أنت طالق غدا" تو صاحبین کے نزدیک في کو حذف کرنا اور ظاہر کرنا برابر ہے۔ یہاں تک اس کا "أنت طالق في غد" کہنا "أنت طالق غدا" کہنے کے درجے میں ہے دونوں صورتوں میں طلوع فجر کے وقت طلاق ہو جائے گی۔

امام اعظم رحمہ اللہ اس طرف گئے ہیں کہ جب کلمہ في محذوف/حذف ہوگا تو طلوع فجر کے وقت طلاق پڑ جائے گی اور جب کلمہ في ظاہر ہوگا تو ابہام کے طور پر یہ کل کے جز میں وقوع طلاق مراد ہوگا اگر شوہر نے کوئی نیت نہ کی ہوگی تو مزاحم کے نہ پائے جانے کی وجہ سے جز اول میں طلاق واقع ہو جائے گی اگر دن کے آخری حصے کی نیت کی تو اس کی نیت درست ہے

اس کی مثال مرد کے اس کہنے میں ہے کہ "إن صمت الشهر

فأنت کذا" تو مہینے کے مکمل ہونے پر طلاق واقع ہوگی اور اگر یوں کہا "إن صمت فی الشهر فأنت کذا" مہینے میں ایک ساعت (گھڑی) رکنے پر طلاق واقع ہو جائے گی

جب کلمہ "فی" مکان کیلئے استعمال ہوگا

تو اس کی مثال جب کسی نے کہا "انت طالق فی الدار" "فی مکۃ" تو تمام جگہوں پر مطلقًا طلاق ہو جائے گی۔ کلمہ فی کے معنی ظرفیت کا اعتبار کرتے ہوئے ہم نے کہا "جب کسی نے زمان یا مکان کی طرف فعل یا فعل کی اضافت پر حلف اٹھایا ان افعال سے کہ جو فاعل پر مکمل ہو جاتے ہیں تو ان میں (زمان یا مکان) میں فاعل کو شرط قرار دیا ہے۔

مگر فعل مفعول کا محتاج ہو تو مفعول کا زمان و مکان میں ہونا شرط ہے کیونکہ فعل اپنے اثر کے ساتھ متحقق ہوتا ہے اور فعل کا اثر مفعول میں ہے۔

اس کی مثال جو امام محمد نے "الجامع الکبیر" میں فرمائی (ان شتمتك فی المسجد کذا) تو حالف نے مسجد کے اندر کھڑے ہو کر گالی دی اور مشتوم خارج مسجد تھا تو حالف حانث ہو جائے گا اور اگر اس کا الٹ ہو کہ مشتوم داخل مسجد

ہو اور شاتم خارج مسجد تو حانث نہیں ہوگا

اگر کسی نے کہا

(إن ضربتك أو شججتك في المسجد فكذا) مضروب اور مشتوم کا مسجد میں ہونا شرط ہے جبکہ ضارب اور شاج کا مسجد میں ہونا شرط نہیں اسی طرح کسی نے کہا "إن قتلتك في يوم الخميس فكذا" تو حالف نے جمعرات سے پہلے اس کو زخمی کر دیا اور وہ جمعرات کے دن انتقال کر گیا تو وہ حانث ہو جائے گا اور اگر جمعرات والے دن زخمی کر دیا اور جمعہ کے دن وہ انتقال کر گیا تو حانث نہیں ہوگا۔

جب کلمہ "في" مصدر پر داخل ہوگا تو

اگر کلمہ في فعل لغوی یعنی مصدر پر داخل ہو تو شرط کے معنی کا فائدہ دیتا ہے۔ امام محمد نے فرمایا جب شوہر نے کہا "أنت طالق في دخولك الدار" تو یہ شرط کے معنی میں ہے تو گھر میں داخل ہونے سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر کہا "أنت طالق في حيضتك" اگر عورت حیض میں ہوتی تو اسی وقت طلاق واقع ہو جائے گی اور ایسی حالت نہ ہو تو حیض آنے تک طلاق معلق رہے گی۔ جامع میں فرمایا اگر کسی نے کہا "أنت طالق في مجيء يوم" تو عورت کو طلاق نہیں ہوگی یہاں تک دوسرے دن کی فجر طلوع اور اگر کہا "في مضي يوم" اگر یہ کلام رات میں کیا تو آنے والی کل میں غروب شمس کے وقت شرط کے پائے جانے کی وجہ سے طلاق واقع ہو جائے گی۔

اور اگر یہ کلام دن میں کیا تو آنے والی کل کی اسی گھڑی میں طلاق ہو جائے گی

امام محمد کی کتاب "الزیادات" میں ہے

اگر کہا "أنت طالق فی مشیئۃ اللہ تعالی" أو فی "إرادۃ اللہ تعالی" اور یہ کلام شرط کے معنی میں ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی

حروف معانی میں سے حرف "الباء" کی تفصیل تحریر کیجئے؟

باء الصاق کیلئے آتا ہے اور اسی وجہ سے ثمنوں کا صاحب بنتا ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ بیع میں اصل مبیع ہے اور ثمن شرط ہے اس وجہ یہ مسئلہ ہے کہ مبیع کا ہلاک ہونا بیع کو ارتفاع کیلئے ضروری ہے جبکہ ثمن کا ہلاک ہونا بیع کے توڑنے کو لازم نہیں کرتا۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ہم کہتے ہیں

"قاعدہ یہ ہے کہ تابع اصل کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے نہ کہ اصل تابع کے ساتھ ملا ہوا ہوگا"

بیع کے باب میں جب حرف باء ثمن پر داخل ہوگا تو یہ بات پر دلالت ہوگا کہ تابع اصل کے ساتھ ملا ہوا ہے، تو باء کا مدخول مبیع نہیں ہے بلکہ ثمن ہے۔ اسی پر ہم نے کہا جب کوئی کہے گا "بعت منك هذا العبد بكُرٍّ من الحنطة" اور اس نے حنطة کا وصف بیان کردیا تو غلام مبیع ہے اور کُر

ثمن ہے تو قبضہ سے پہلے ثمن کو بدلنا جائز ہے باہمی رضامندی سے
اور اگر کہا " بعث منك كرًّا من الحنطة " اور گندم کا وصف بیان کر دیا " بهذا العبد " تو غلام (عبد) ثمن ہے کُر مبیع ہے
اور یہ بیع سلم ہے اور یہ مؤجل ہی صحیح ہے۔

سیرِ علماء رحمہم اللہ نے فرمایا

جب مولیٰ نے اپنے غلام سے کہا " إن أخبرتني بقدوم فلان فأنت حر " تو اگر اس نے سچی خبر دی تو وہ آزاد ہوگا کیونکہ خبر قدوم کے ساتھ ملحق (ملی ہوئی) ہے اور اگر اس نے جھوٹی خبر دی تو آزاد نہیں ہوگا
اور اگر مولیٰ نے یوں کہا تھا " إن أخبرتني أنّ فلانا قدم فأنت حر " تو یہ مطلق خبر دینے پر محمول ہے اگرچہ خبر جھوٹی بھی دی تب بھی آزاد ہو جائے گا

جب شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ

" إن خرجت من الدار إلا بإذني فأنت كذا " ہر مرتبہ نکلنے پر عورت کو اِذن/اجازت لینا ضروری ہے، کیونکہ خروج بالإذن کے ساتھ ملحق ہے اگر دوسری مرتبہ بغیر اذن کے گھر سے نکلی تو طلاق پڑ جائے گی
اگر شوہر نے یوں کہا تھا " ان خرجت من الدار الا ان آذن لك " تو یہ قول ایک مرتبہ اجازت لینے کیلئے ہے اگر دوسری مرتبہ بغیر اجازت نکلی تو طلاق نہیں واقع ہوگی

" في الزيادات "

جب کہا " أنت طالق بمشيئة الله تعالى " یا " بإرادة الله تعالى " أو بحكمه " تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

فصل فی وجوہ البیان

بیان کی تعریف لکھیں؟

بیان اس چیز کا نام ہے جو مراد کو ظاہر کر دے

بیان کی صورتیں تحریر کیجئے؟

بیان کی سات قسمیں ہیں

1. بیان تقریر
2. بیان تفسیر
3. بیان تغییر
4. بیان ضرورت
5. بیان حال (حدیث تقریری)
6. بیان عطف
7. بیان تبدیل

"بیان تقریر" کی وضاحت تحریر کیجئے؟

بیان تقریر یہ ہے کہ لفظ کی مراد کو ظاہر کر دینا لیکن وہ غیر کا بھی احتمال رکھتا ہو پھر متکلم ظاہر کی مراد سے مراد کو واضح کر دے تو متکلم کے بیان کی وجہ سے ظاہر کا حکم پختہ ہو جائے۔

اسکی مثال جب کسی نے کہا

"لفلان علیّ قفیز الحنطۃ بقفیز البلد" یا "ألف من نقد البلد" تو یہ بیان تقریر ہے کیونکہ مطلقاً قفیز اور نقد شہر کے قفیز اور شہر کے نقد سمجھے جائیں گے لیکن یہ غیر کا احتمال

بھی رکھتے ہیں جب متکلم نے خود اس کو بیان کر دیا تو اس نے اپنے بیان کو پختہ کر دیا

بیان تقریر کی دوسری مثال جب کسی نے کہا

"لفلان عندی الف ودیعة" فإن کلمة عندی تو کلمہ عندی سے یہ امانت کا فائدہ دینے کے ساتھ غیر کا بھی احتمال رکھتا ہے جب متکلم نے "ودیعة" کہہ دیا تو اس نے ظاہر کے حکم کو پختہ کر دیا۔

"بیان تفسیر" کی تفصیل قلمبند کریں؟

بیان تفسیر یہ ہے کہ لفظ کی مراد کھلی ہوئی نہ ہو تو متکلم اپنے بیان کے ذریعے اس مراد کو کھول دے۔

بیان تفسیر کی مثال یہ ہے کہ جب کسی نے کہا

"لفلان علیّ شیٔ" پھر متکلم نے کپڑے کے ذریعے اس شی کی تفسیر بیان کی یا کہا "علیّ عشرة دراھم ونیف" پھر نیف کی تفسیر بیان کی یا کہا "علیّ دراھم" پھر عشرہ درھم کے ذریعے یعنی دس دراھم کے ذریعے تفسیر بیان کی۔

"بیان تقریر اور بیان تفسیر کا حکم یہ ہے کہ یہ دونوں بیان موصولا اور مفصولا یعنی متصلا اور منفصلا دونوں طرح درست ہیں"

بیان تغییر کی وضاحت تفصیلاً تحریر کیجئے؟

متکلم کا اپنے بیان کے ذریعے سے اپنے کلام کی مراد کو بدلنا۔
اس کی نظیر دو طرح سے ہے

1. التعلیق بالشیء
2. الاستثناء عن الشیء

تعلیق سے متعلق ہمارے علماء نے فرمایا

معلق بالشرط شرط کے پائے جانے کے وقت سبب ہوگا اس سے قبل سبب نہ ہوگا

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

تعلیق اسی وقت سبب ہو گی مگر عدم شرط تعلیق کے حکم سے مانع ہے۔ اس اختلاف کا فائدہ ان مثالوں میں ظاہر ہوگا کہ جب مرد نے اجنبیہ سے کہا " ان تزوجتک فانت طالق " اور کسی دوسرے کے غلام سے کہا " ان ملکتک فانت حر " یہ تعلیق شوافع کے نزدیک باطل ہے۔ کیونکہ تعلیق کا حکم صدر کلام میں علۃ منعقد ہوتا ہے اور یہاں پر یعنی ان دونوں مثالوں میں طلاق اور عتاق محل کی طرف اضافت کے نہ ہونے کی وجہ سے علت منعقد نہیں ہو رہی ہے۔

ہمارے علماء احناف نے فرمایا

یہ تعلیق صحیح ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس نے اجنبیہ سے شادی کی تو طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ شوہر کا کلام شرط کے پائے جانے سے علت منعقد ہو جائے گی

اور اسی طرح شرط کے پائے جانے کے وقت ملکیت ثابت ہو جائے گی تو تعلیق صحیح ہو جائے۔

اسی وجہ سے ہم نے کہا۔

"عدم ملک کی صورت میں تعلیق کے واقع ہونے کیلئے ملکیت یا سبب ملکیت کی طرف اضافت شرط ہے"

اگر کسی مرد نے اجنبیۃ سے کہا "ان دخلت الدار فانت طالق" پھر اس سے شادی کی اور شرط پائی گئی تو طلاق واقع نہیں ہوگی اور اسی طرح آزاد عورت سے نکاح پر قدرت ہوتے ہوئے امام شافعی کے نزدیک لونڈی سے نکاح جائز نہیں ہے کیونکہ قرآن پاک میں آزاد عورت سے نکاح پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں لونڈی سے نکاح کو معلق کیا ہے۔ تو آزاد عورت کی موجودگی میں شرط معدوم ہے اور عدم شرط حکم سے مانع ہے تو لونڈی سے نکاح جائز نہیں ہوگا۔

لذلک قال الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

"لا نفقۃ للمبتوتۃ الا اذا کانت حاملا" کیونکہ قرآن مجید نے نفقہ کو حمل کے ساتھ معلق کیا۔ تو عدم حمل کی صورت میں عدم شرط ہے اور امام شافعی کے نزدیک عدم شرط حکم سے مانع ہے۔ اور عندنا ہمارے نزدیک عدم شرط حکم سے مانع نہیں ہوگی۔ جائز ہے کہ دلیل کے ذریعے حکم ثابت ہو۔ تو لونڈی سے نکاح کرنا اور نان و نفقہ کا جائز ہونا نصوص کے ذریعے سے۔

صفت کے ذریعے سے اسم موصوف پر حکم لگانا تعلیق بالشئی ہے کے توابع سے ہے۔ تو یہ تعلیق کے حکم میں ہے

اس پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "لا یجوز نکاح الأمۃ الکتابیۃ" کیونکہ نص میں مومنہ لونڈی کا حکم ہے "من فتیاتکم المؤمنات" تو نص نے مومنہ کے ساتھ نکاح کو مقید کر دیا تو عدم وصف کی صورت میں حکم ممتنع ہے تو اسی وجہ سے کتابیہ لونڈی سے نکاح جائز نہیں ہے

استثناء کے متعلق ہمارے علماء نے فرمایا

اسم استثناء کے بعد بقیہ کے تکلم کا نام استثناء ہے گویا کہ ایسا ہے کہ جو بقیہ ہے اسی کا کلام کیا ہے

جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صدرِ کلام کل کے وجوب کیلئے از روئے علۃ منعقد ہوگا مگر یہ کہ استثناء تعلیق کے باب میں عدم شرط کے درجے میں عمل سے علت کو منع کرتا ہے۔

حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا "لا تبیعوا الطعام بالطعام إلّا سواء بسواء"

تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقًا صدرِ کلام کھانے کے کھانے کے ساتھ بیع کی حرمت کیلئے علت منعقد ہو رہا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک مٹھی طعام کی بیع دو مٹھی کے ساتھ مطلقًا حرام ہے۔

ہمارے نزدیک یہ ہے کہ ایک مٹھی کی بیع نص کے تحت داخل نہیں کیونکہ منع کی مراد ہے بیع کی ایسی صورتوں کے ذریعے مقید کرنا جس میں کمی و زیادتی اور برابری کے اثبات میں بندہ قادر ہوتا ہے۔ تاکہ یہ نہی عاجز کی طرف سے جانے والا نہ ہو۔ تو ایک مٹھی دو مٹھی کی بیع معیار مسوی کے تحت داخل نہیں ہے اور یہ قضیہ حدیث سے خارج ہے۔

بیان تغییر کی صورتوں سے یہ بھی ہے کہ

"لفلان علیّ ألف ودیعة" تو مرد کا قول علیّ وجوب کا فائدہ دیتا ہے تو اس کا ودیعة کہنا اس کو حفظ کی طرف بدلتا ہے اور اسی طرح یہ کہنا "أعطیتني یا أسلفتني ألفا فلم أقبضها" یہ جملہ بیان تغییر سے ہے اور اسی طرح یہ جملہ "لفلان علیّ ألف زیوف"

حکم بیان التغییر

یہ متصلا صحیح ہے اور منفصلا صحیح نہیں ہے

بیان ضرورت کی تفصیلی بحث نوٹ فرمائے؟

اس کی مثال فرمان باری تعالیٰ "وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ" نص نے دونوں (باپ اور ماں) کی شرکت کو ثابت کیا پھر ماں کا حصہ بیان فرمادیا تو یہ بیان باپ کے حصے کا بیان ہوگیا

اسی طرح ہم نے کہا

جب رب المال اور مضارب نے مضارب کا حصہ

بیان کردیا اور دونوں رب المال کے حصے سے خاموش رہے تو یہ شرکت صحیح ہے اور اسی طرح اگر رب المال کا حصہ بیان کردیا اور مضارب کے حصے سے خاموشی اختیار کی اب بھی شرکت صحیح ہے مزارعۃ کا حکم اسی طرح ہے۔

اسی طرح میت نے فلاں اور فلاں کیلئے ہزار روپے کی وصیت کی پھر ایک کا حصہ بیان کردیا تو یہ بیان ہوا دوسرے کے حصے کا اسی طرح کسی دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دے دی پھر دوسری سے تعلقات زوجیت قائم کرلیا تو یہ طلاق کا بیان ہوجائے گا۔ برخلاف عتق مبہم میں وطی کرنے سے۔ لونڈیوں میں حلال وطی دو طریقوں سے ہوتا ہے۔

بیان حال کی وضاحت سپرد قلم کریں؟

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کوئی معاملہ ملاحظہ فرمایا اور اس سے منع نہ فرمایا تو آپ کا اس سے سکوت فرمانا بیان کے درجے میں ہے کہ وہ مشروع ہے۔ معاملہ شفعہ میں جب شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اس نے سکوت اختیار کیا تو اس کا سکوت اختیار کرنا اس چیز کا بیان ہے کہ وہ اس معاملے سے راضی ہے۔

کنواری بالغہ لڑکی کو جب اپنے شادی کے انکاح جو ولی نے کیا کا علم ہوا اور رد کرنے سے خاموش رہی تو یہ بیان ہے کہ وہ اس سے راضی ہے

آقا نے جب اپنے غلام کو بازار میں خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھا اور منع نہیں کیا تو یہ منع نہ کرنا اذن کے درجے میں ہے اور اس کا وہ غلام ماذون ہوگا۔

مدّعی علیہ جب مجلس قضاء میں گواہی سے مانع دیا انکار یا تو اس کا کردار رضا کے درجے میں ہے۔ اب صاحبین کے نزدیک لزوم مال اقرار کے طریقے سے ہے جبکہ امام اعظم کے نزدیک سخاوت کے طریقے سے ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حاجت کی جگہ سکوت اختیار کرنا بیان کے درجے میں ہے اسی پر ہم نے کہا "بعض کی نص کے ذریعے سے اجماع منعقد ہو جاتا ہے اور باقی سکوت اختیار کر لیں۔

بیان عطف کی بحث تحریر کیجئے؟

جملہ مجملہ پر مکیلی یا موزونی چیز کا تم عطف کرواں گے تو یہ جملہ مجملہ کا بیان ہوگا۔

اس کی مثال جب کسی نے کہا "لفلان علیّ مائۃ ودرھم" یا "مائۃ وقفیز حنطۃ" یہ عطف کروانا بیان کے درجے میں ہے کہ کل کا کل ایک جنس ہے اسی طرح کسی نے کہا "مائۃ وثلاثۃ أثواب" یا "مائۃ وثلاثۃ دراھم" یا مائۃ وثلاثۃ أعبد" تو یہ بیان ہے کہ معطوف علیہ (مائۃ) اور معطوف ایک جنس ہے اور اس کا قول اس درجے میں ہے "أحد وعشرون درھما" برخلاف اس

اس قول کے مئۃ وثوب مئۃ وشاۃ اب یہ مئۃ کیلئے بیان نہیں ہے ، عطف بیان اس واحد کے عطف میں خاص ہے جو ذمہ میں دین کی صلاحیت رکھتا ہو جیسے مکیلی وموزونی اشیاء اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ عطف بیان ہے ان مثالوں میں مئۃ وشاۃ اور مئۃ وثوب اصل کے اعتبار سے ۔

بیان تبدیل کی وضاحت کیجئے؟

کسی حکم کو نسخ کرنا ہے اور یہ صاحب شرع کیلئے جائز ہے من جہۃ العباد جائز نہیں ہے اسی پر ہم نے کہا کل کا کل سے استثناء باطل ہے کیونکہ یہ حکم کو نسخ کرنا ہے اور اقرار طلاق اور عتاق میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حکم شرع کو نسخ ہے اور یہ بندوں کیلئے جائز نہیں ہے

اگر کسی نے کہا " لفلان علیّ ألف قرض " یا ثمن المبیع " اور کہا " وھی زیوف " تو صاحبین کے نزدیک یہ بیان تغییر ہے اور لا محالہ متصل ہی درست ہے جبکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیان تبدیل ہے اور جائز نہیں ہے اگرچہ متصل ہو ، اور اگر کسی نے کہا " لفلان علیّ ألف من ثمن جاریۃ باعنیھا ولم أقبضھا " اور لونڈی کا کوئی آتہ پتہ نہیں ہے تو یہ امام اعظم کے نزدیک بیان تبدیل ہے

کیونکہ مبیع کے ھلاک ہونے کے وقت لزوم مال کا اقرار کرنا ثمن کا اقرار کرنا ہے ، کیونکہ مبیع قبضہ سے پہلے ھلاک ہو گی تو بیع فسخ اور ثمن لازم نہیں رہے گا ۔

البحث الثاني في سنة رسول الله صلی اللہ علیہ والہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیث مبارکہ لزوم علم وعمل کے حق میں قرآن کا درجہ میں ہے کیونکہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ پاک کی اطاعت کی، جو چیز میں خاص وعام، مشترک ومجمل کے بحث میں ذکر کیا گیا وہ تمام سنۃ کے حق میں بھی ہے مگر یہ کہ حدیث کے باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ثابت ہونا اور اتصال کے اعتبار سے شبہہ واقع ہوتا ہے۔

⇐ اسی وجہ سے حدیث کی تین اقسام ہیں

1. جو بغیر کسی شک و شبہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہے یہ حدیث متواتر کہلاتی ہے۔
2. اور دوسری قسم جس میں کچھ شک وشبہ ہو وہ مشہور ہے
3. وہ قسم جس میں احتمال اور شبہہ ہو وہ اخبار آحاد ہے۔

حدیث متواتر:-

وہ حدیث جسے ایسی جماعت نے نقل کیا ہو کہ ان کی کثرت کی وجہ سے ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو۔

example جیسے قرآن مجید کا نقل ہونا، رکعات کی تعداد، زکاۃ کی مقدار

حدیث مشہور:-

وہ حدیث جو صحابہ کرام کے دور میں تو خبر واحد تھی پھر تابعین اور تبع تابعین کے دور میں مشہور ہو گئی اور امت کو قبول

کی صورت میں ملی تو وہ متواتر کی طرح ہو گئی
example موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں حدیث اور زنا کے باب
میں رجم کی حدیث۔

متواتر اور مشہور کا حکم:-

حدیث متواتر سے قطعی یقینی علم ثابت ہوتا ہے اور
اس کا انکار کرنا کفر ہے حدیث مشہور سے علم طمانینہ حاصل
ہوتا ہے اور اس کا انکار کرنا گمراہی ہے۔ ان دونوں اقسام کے بارے
سے لزوم عمل کے متعلق علماء کا اجماع ہے۔

حدیث آحاد (خبر واحد):-

وہ حدیث جسے ایک آدمی نے ایک سے یا ایک آدمی
نے جماعت سے یا ایک جماعت نے ایک آدمی سے روایت کیا
ہو۔ جب مشہور کی حد تک نہیں پہنچے تو اس میں تعداد کا کوئی
اعتبار نہیں ہے۔
مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ خبر واحد پر عمل کرنا ثابت
ہوتا ہے (یہ شرائط راویوں کے متعلق ہیں)

1. راوی مسلمان ہو
2. عادل ہو
3. تام الضبط
4. عاقل ہو

اصل کے اعتبار سے راویوں کی اقسام بتائیے؟

اصل کے اعتبار سے راویوں کی دو قسمیں ہیں

① جو مجتہد اور اہل فتویٰ ہیں جیسے خلفاء اربع اور عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر زید بن ثابت اور معاذ بن جبل اور ابی بن کعب اور ابو موسیٰ الاشعری اور ابو الدرداء اور سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین

ان کی روایت کا حکم؟

جب ان کی روایت صحیح ہو (مطابق بالشرائط ہو) تو ان کی روایت پر عمل کرنا قیاس پر عمل کرنے سے اولیٰ ہے

پہلی مثال امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے قہقہہ کے مسئلے میں اعرابی کی حدیث پر عمل کیا جن کی آنکھ میں خرابی تھی اور اس کی وجہ سے قیاس کو ترک کردیا۔

دوسری مثال محاذاۃ کے مسئلے میں عورتیں کے مؤخر ہو جانے والی حدیث کو روایت کیا اور اسکی وجہ سے قیاس کو ترک کردیا۔

تیسری مثال بی بی عائشہ سے روایت قے والی حدیث کو روایت کیا اور اسکی وجہ سے قیاس کو ترک کردیا۔

چوتھی مثال سلام کے بعد سجدہ سہو والی حدیث کو عبداللہ بن مسعود سے روایت
کیا اور اس کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا

:

② جو حفظ اور عدالۃ میں مشہور ہو اور مجتہد اور اہل
فتوی نہ ہو جیسے ابو ھریرۃ اور انس بن مالک

ان کی روایت کا حکم:

جب ان راویوں کی روایت تمہارے نزدیک صحیح ہو تو
اگر حدیث قیاس کے موافق ہو تو حدیث پر عمل کرنا اولی ہے اور
اگر قیاس کے مخالف ہو تو قیاس پر عمل کرنا اولی ہے

پہلی مثال: ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت حدیث "الوضوء مما مسته النار"
تو ابن عباس نے ان سے کہا آپ کی کیا رائے ہے اگر آپ گرم
پانی سے وضو کرے تو کیا اس سے آپ کا وضو ہو جائے گا۔ تو
ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ نے خاموشی اختیار کی پتا چلا کہ ابن عباس نے قیاس
کے ذریعے سے حدیث کو رد کیا اگر ان کے پاس کوئی حدیث ہوتی تو ابن
عباس اس کو ضرور روایت کرتے۔

دوسری مثال ہمارے اصحاب نے بیع مصراۃ کے مسئلے میں ابو ھریرہ
کی حدیث کو ترک کر دیا۔

راویوں کے احوال کے مختلف ہونے کی وجہ سے اہم نے لیا

خبرِ واحد پر عمل کرنے کی شرائط یہ ہیں (یہ شرائط نفسِ خبر کے تعلق سے ہیں)

خبرِ واحد کتاب اللہ اور حدیثِ مشہورہ کے خلاف نہ ہو اور اسی طرح ظاہر کے بھی خلاف نہ ہو

فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

" میری بعد تمہارے سامنے احادیث کثیر ہو جائینگی تو جب تمہارے سامنے میری طرف منسوب کوئی حدیث پڑھی جائے تو تم اسے قرآن پر پیش کرو اگر موافق ہو تو قبول کر لو اور اگر مخالف ہو تو اسے رد کر دو۔

فرمانِ مولا علی المرتضیٰ، شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کا خلاصہ ملاحظہ کیجئے؟

(1) وہ مخلص مؤمن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا صحابی ہو اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے کلام کے معانی کی گہرائی کو جانتا ہو

(2) وہ اعرابی جو کسی قبیلہ سے آیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعض کلام کو سنا اور کلام کی حقیقت کو نہ سمجھا پھر اپنے قبیلے کی طرف لوٹ گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لفظوں کے علاوہ سے بات روایت کی اور اس سے معنی بدل گیا اور وہ اعرابی یہ گمان کر رہا ہے معنی تبدیل نہیں ہوا

③

منافق جس کا نفاق معلوم نہیں اس نے وہ بات روایت کی جو اس نے سنی ہی نہیں اور لوگوں نے اسے مومن گمان کرتے ہوئے اس سے روایت سنی اور اُسے آگے روایت کیا یہاں تک وہ بات لوگوں کے درمیان مشہور ہو گئی۔

انہی وجوہات کی وجہ سے حدیث کو قرآن اور خبر مشہورہ پر پیش کرنا ضروری ہے۔

اس کے نظائر Example

①

حدیث مس ذکر کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کی وہ مثال جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت ہے کہ (من مسّ ذکرہ فلیتوضأ) جب ہم نے اس کو کتاب اللہ پر پیش کیا تو اس کو مخالف پایا۔

کیونکہ قرآن میں فرمایا (فیہ رجال یحبون أن یتطھروا)

وضاحت اہل قباء والے پتھر کے ساتھ استنجاء کرتے ہیں پھر پانی کے ساتھ دھوتے ہیں اور اگر مس ذکر حدث ہوتا تو ضرور یہ لوگ نجس ہوتے نہ کہ خوب پاک۔

②

اس طرح حدیث مبارکہ [أیّما امرأۃ نکحت نفسھا بغیر اذن ولیّھا فنکاحھا باطل باطل باطل] یہ فرمان اس آیت قرآنی کے مخالف ہے

(فلا تعضلوھنّ أن ینکحن أزواجھن)

بے شک ہم ان عورتوں کی طرف سے ہونے والے نکاح کا ثبوت مان رہا ہے

حدیث مشہور پر پیش کرنے کے نظائر

ایک گواہ اور ایک قسم کے ساتھ فیصلے فرمانے والی روایت کو جب حدیث مشہور پر پیش کیا تو وہ اس کے مخالف نکلی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان عالی ہے

(البینة علی المدعی والیمین علی من أنكر)

دوسری بات یہ ہے کہ جب خبر واحد ظاہر کے مخالف ہوگی تو اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ ظاہر کے مخالف ہونے کی وہ تمام صورتیں کہ جب عہد صحابہ و عہد تابعین رضی اللہ عنھم میں عموم بلوی کے باوجود خبر مشہور نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ مبارک ہستیاں سنت کی پیروی میں کمی کرنے والی نہیں ہے۔ جب شدید حاجت اور عموم بلوی کے باوجود حدیث مشہور نہ ہوئی تو یہ اس کے صحیح نہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔

مسائل شرعیۃ میں اس کی مثال

جب کسی ایک مرد نے خبر دی کہ یہ عورت رشتہ رضاعت طاری ہونے کی وجہ سے تجھ پر حرام ہے تو شوہر کیلئے جائز ہے کہ وہ ایک آدمی کی خبر پر اعتماد کر لے اور اس کی بہن سے شادی کرلے اور اگر عقد نکاح کے باطل ہونے کی خبر دی رضاعت کے حکم کی وجہ سے تو اس کی خبر قبول نہیں کی جائے گی۔

اور اسی طرح جب عورت کو اپنے شوہر کی موت کی خبر پہنچی اور اس کو طلاق دینے کی خبر پہنچے اور شوہر غائب ہے عورت کیلئے جائز ہے کہ اس خبر پر اعتماد کر لے اور دوسرے مرد سے شادی کر لے اور اگر کسی پر قبلہ مشتبہ ہو گیا پھر اسے ایک بندے نے قبلے کے بارے میں خبر دی تو اس پر عمل واجب ہے اور اگر کسی نے ایسا پانی پایا کہ اس کی پاکی ناپاکی کا علم نہیں ہے تو کسی نے ناپاک ہونے کے متعلق بتایا تو اس پانی سے وضو نہیں کرے گا بلکہ تیمم کرے گا۔

Important Question

سوال : خبر واحد کتنے مقامات پر حجت ہے؟

خبر واحد چار مقامات پر حجیت کا افادہ دیتی ہے

(1) اللہ تعالیٰ کا خالص وہ حق جس میں عقوبت نہیں ہے

حکم

اس میں خبر واحد کو قبول کیا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے رمضان کے ھلال کے بارے میں ایک اعرابی کی گواہی قبول فرمائی۔

(2) بندے کا خالص وہ حق جس میں دوسرے پر کچھ لازم کرنا ہو

حکم

اس میں گواہی کا نصاب اور عدالۃ شرط ہے اور اس کی مثالیں منازعات ہیں

③ بندے کا خالص وہ حق جسمیں دوسرے پر کچھ لازم نہ ہوتا ہو

حکم

اس خبر واحد مقبول ہے اگرچہ گواہ عادل ہو یا فاسق اس کی مثال معاملات ہیں

④ بندے کا خالص وہ حق ہے جسمیں من وجہ کچھ لازم ہو اور من وجہ کچھ لازم نہ ہو

حکم

اس میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک گواہی کا نصاب اور عدالۃ شرط ہے اور اس کی مثال "عزل وکیل" ہے۔

البحث الثالث في الاجماع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد دین کے فروعی مسائل میں اس امت کا اجماع ایسی حجت ہے جو شرعاً عمل کو ثابت کرتا ہے اور اجماع اس امت کیلئے ایک شرف کی بات ہے۔

اجماع کی چار قسمیں ہیں

① تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کسی دینی مسئلے میں صریح اجماع کرنا

② بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع کرنے نص کی وجہ سے اور بقیہ کا اس کو رد کرنے سے سکوت اختیار فرمانا۔

③ جن باتوں میں صحابہ کا قول مذکور نہ ہو ان امور میں تابعین کا اجماع کرنا

④ اسلاف کے اقوال میں سے کسی ایک قول پر اجماع کرنا

اجماع کی پہلی قسم کا حکم

تمام کے تمام صحابہ کا اجماع کرنا کتاب اللہ میں سے آیت کے درجے میں ہے

اجماع کی دوسری قسم کا حکم

بعض اصحاب کا اجماع کرنا اور بقیہ کا رد کرنے سے خاموش رہنا یہ حدیث متواتر کے درجے میں ہے۔

اجماع کی تیسری قسم کا حکم

تابعین کا اجماع حدیث مشہور کے درجے میں ہے

اجماع کی چوتھی قسم کا حکم

اسلاف کے اقوال میں سے کسی ایک قول پر اجماع کرنا یہ خبر واحد میں سے صحیح کے درجے میں ہے۔

Note ⇐

یاد رہے کہ فقہ میں اہل رائے اور مجتہدین کا اجماع قابل قبول ہے جبکہ عوام، متکلمین، وہ محدثین جن کو اصول فقہ میں بصیرت نہیں ان کی بات معتبر نہیں ہے۔

اجماع کی قسمیں بیان کیجئے؟

اجماع کی دو اقسام ہیں

① مرکب ② غیر مرکب

اجماع مرکب

حکم کی علت میں اختلاف کے پائے جانے کے ساتھ نئے درپیش مسئلے میں مختلف آراء کا جمع ہوجانا اجماع مرکب ہے۔

example

قے کرنے اور عورت کو چھونے کے وقت وضو ٹوٹنے پر اجماع اس کی مثال ہے۔

اجماع مرکب کا حکم یہ ہے کہ حکم کی دو علتوں میں سے ایک میں ظہور فساد کے بعد حجیت باقی نہیں رہتی ہے۔ یہانتک اگر ثابت ہو جائے کہ قے وضو نہیں توڑتی تو امام اعظم وضو ٹوٹنے کا قول نہیں فرمائیں گے اور اگر ثابت ہو جائے کہ مس عورت وضو نہیں توڑتا تو امام شافعی وضو ٹوٹنے کا قول نہیں فرمائیں گے۔ اس علت کے فساد کی وجہ سے کہ جس پر حکم کی بنیاد ہے۔

فساد طرفین میں وہم ڈالنے والا ہوتا ہے کہ ممکن ہے امام اعظم نے مس امراۃ کے مسئلے میں درستگی پر ہو اور قے کے مسئلے میں خطا پر ہو ممکن ہے امام شافعی قے کے مسئلے میں درستی پر ہو اور مس عورت کے مسئلے میں خطا پر ہو۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ فساد کا پایا جانا اجماع کے وجود کی بناء کو باطل نہیں کرتا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ظہور فساد کیلئے اجماع مرکب کو اٹھا دینا جائز ہے اس علت میں جس پر اس اجماع کی بنیاد ہے۔ جب قاضی نے نئے درپیش مسئلے میں فیصلہ کیا پھر گواہوں کا غلام ہونا ثابت ہوا یا وہ جھوٹے تھے اور انہوں نے رجوع کرلیا تو قاضی کا فیصلہ باطل ہو گیا اور اگر جس مدعی کے حق میں بطلان قضاء ظاہر نہیں ہوا۔

علة کے ختم ہونے کی وجہ سے حکم کا ختم ہونے کا اعتبار کرتے ہوئے زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں سے مؤلفہ قلوب کو ساقط کر دیا گیا۔ اسی طرح علة کے ساقط ہونے کی وجہ سے ذوی القربی کا حصہ (من خمس الغنیمة) سے ساقط ہو گیا۔

"علت کے اٹھ جانے کی وجہ سے شیء کا اٹھ جانا" اس پر سنئے کہ جب ناپاک کپڑے کو سرکے کے ساتھ دھویا گیا تو نجاسة زائل ہوگی تو نجاسة کے زائل ہونے کی وجہ سے جگہ کے پاک ہونے کا حکم لگا دیا جائے گا اسی سے حدث اور خبث کے درمیان فرق ثابت ہوا۔

بے شک سرکہ محل سے نجاسة کو زائل کرتا ہے۔ سرکہ محل کی طھارة کیلئے مفید نہیں محض مطھر ہیں محل کی طھارة کا فائدہ دیتی ہے اور وہ پانی ہے۔

فصل: الواجب على المجتهد

نئے درپیش مسئلے میں ثبوتِ حکم کیلئے مجتھد پر کن امور کی پابندی لازمی ہے؟

مجتھد پر ضروری ہے کہ سب سے پہلے مسئلے کو کتاب اللہ سے طلب کرے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے بذریعہ صریح نص کے یا دلالة النص کے ذریعے سے۔ مجتھد کو یہ اختیار نہیں ہے وہ اپنی رائے کو دخل دے حالانکہ نص پر عمل کا امکان موجود ہے۔

نظائر اس اصول کے یہ

جیسا کسی پر قبلہ مشتبھ ہو گیا پھر اسے کسی ایک نے قبلے کے متعلق خبر دی تو اب اسے تحری جائز نہیں ہے۔ اسی طرح پانی پایا پھر کسی عادل بندے نے اس کے ناپاک ہونے کی خبر دی

تو اب اس سے وضو کرنا جائز نہیں بلکہ تیمم کرے گا
کیونکہ
رائے پر عمل کرنا کم درجے رکھتا ہے بنسبت نص پر عمل
کرنے کے۔

"ولنا": ان الشبهة بالمحل اقوى من الشبهة في الظن حتى
سقط اعتبار ظن العبد في الفصل الاول

بے شک نص کا شبہ گمان کے شبہ سے قوی تر ہے یہاں تک جب نص کے
مقابلے بندے کا گمان آئے گا تو اس کا اعتبار ساقط ہے۔

مثال:

جب باپ نے ~~[illegible]~~ اپنے بیٹے کی لونڈی سے وطی کی اور اس
پر حد نہیں لگائی جائے گی اگرچہ اس نے کہا "علمت أنها علي حرام"
اس سے بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ بیٹے کے مال میں ملک کا
شبہ نص سے ثابت ہے
قال عليه الصلاة والسلام ((أنت ومالك لأبيك)) پس باپ کے گمان
کا اعتبار ساقط ہے۔

اسی طرح اگر بیٹے نے اپنے باپ کی لونڈی سے وطی کی تو حلال و حرام میں گمان
کا اعتبار معتبر ہے۔ یہاں تک اگر بیٹے نے کہا "ظننت أنها علي حرام"
تو حد واجب ہوگی اور اگر کہا "ظننت أنها علي حلال" تو حد واجب
نہیں ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باپ کے مال میں بیٹے کیلئے ملکیت
کا شبہ نص سے ثابت نہیں تو بیٹے کے گمان کا اعتبار نہیں اور بچے
کے نسب کا ثبوت بھی نہیں۔

جب مجتہد کے پاس دو دلیلیں متقابل آجائے تو

جب مجتہد کے پاس دو دلیلیں ٹکرا جائے تو اگر دونوں آیتیں ٹکرائے تو حدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اگر دو حدیثوں کے درمیان تعارض ہو جائے تو آثار صحابہ کی طرف رجوع کیا جائے گا اور آثار صحابہ میں نہ ملے تو قیاس صحیح کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

پھر جب دو قیاس متعارض ہو جائے تو مجتہد سوچ بچار کرے گا اور دو میں سے 1 پر عمل کرے گا۔ کیونکہ قیاس کے علاوہ کوئی ایسی دلیل شرعی نہیں ہے جس کی طرف رجوع کیا جائے

علی ھذا قلنا

جب مسافر کے پاس دو برتن ہوں ایک پاک اور دوسرا ناپاک تو وہ سوچ و بچار نہیں کرے گا بلکہ وضو کے بجائے تیمم کرے گا۔ اسی طرح اگر دو کپڑے ہوں پاک اور ناپاک تو سوچ و بچار نہیں کرے گا

کیونکہ پانی کا متبادل تیمم موجود ہے اور کپڑے کا کوئی متبادل Alternate موجود تو اس سے ثابت ہوا رائے پر عمل کرنا محض اس وقت ہے جب دلیل شرعی کے علاوہ کوئی دلیل نہ ہو

آگے مسئلہ یہ ہے کہ جب مسافر دو کپڑوں کے درمیان تحری کرے گا پھر عمل کے ذریعے اپنی تحری کو مؤکد کر دے گا اب یہ تحری دوسری تحری کی وجہ سے نہیں توڑے گے۔ اس کی تفصیل کی صورت یہ ہے کہ جب مسافر نے دو کپڑوں کے درمیان تحری کر کے ایک کو پہن کر نماز ظہر پڑھ لی پھر نماز عصر کے وقت اس کی تحری دوسرے کپڑے کی طرف گئی تو اب اس کیلئے جائز نہیں کہ دوسرا کپڑا پہن کر نماز پڑھے

کیونکہ اول تحری عمل کے ذریعے پختہ و نافذ ہو چکی تو فقط دوسری تحری سے باطل نہیں ہوگی

وھذا بخلاف

یہ مسئلہ مذکورہ بالا کے خلاف ہے کہ جب قبلے کے متعلق تحری کی پھر اس کی رائے بدل گئی اور اس کی تحری دوسری جہت کی طرف منتقل ہو گئی تو اسی طرف رخ کرے گا کیونکہ قبلہ ان چیزوں میں سے ہے جو منتقل کا احتمال رکھتی ہیں۔ تو قبلے کی تحری کا حکم نقل کرنا ممکن ہونا نسخ نقل کے درجے میں ہے۔

البحث الرابع في القياس

قیاس کا حکم ہے

قیاس شرعی حجتوں میں سے ایک ایسی حجت ہے جس کی وجہ سے عمل ثابت ہو جاتا ہے اس جیسا قیاس کے اوپر والے نصوص سے حکم ثابت نہ ہو۔

حجیت قیاس کے متعلق کلام

پہلا دلیل: ہونے والا واقعہ ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا "اے معاذ تم کس طرح فیصلہ کرو گے" تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

نے عرض کیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کتاب اللہ سے حضور علیہ الصلاۃ و السلام نے فرمایا پھر کس سے اگر کتاب اللہ میں حکم نہ پاؤ تو عرض کی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت سے فرمایا اگر یہاں بھی حکم نہ پاؤ تو عرض کی پھر میں اجتھاد کروں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کی بات کو درست فرمایا

"اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جو اسے پسند ہے اور جو اس کی رضا ہے"

دوسرا واقعہ

روایت ہے کہ قبیلہ خثعمیہ کی ایک عورت بارگاہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں حاضر ہوئی تو کہا کہ بے شک میرا باپ بہت بوڑھا ہے کہ سواری پر نہیں بیٹھ سکتے تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں

حضور اکرم، نور مجسم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا "تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تمہارے باپ پر کچھ قرض ہو اور تم نے اس کو ادا کر دیا تو کیا وہ ادا ہو جائے گا عرض کی کیوں نہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اللہ کا حق زیادہ ہے"

دیکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے شیخ فانی کے حق میں حج کو حقوق مالیہ کے ساتھ الحاق کیا اور اس امر کے جواز میں علۃ مؤثرہ کی طرف اشارہ فرمایا اور یہی تو قیاس ہے

تیسرا واقعہ

شوافع کے اجلہ علماء میں سے ابن الصباغ روایت کرتے ہیں اپنی کتاب جس کا نام شامل ہے اس میں قیس بن

بن طلق بن علی سے روایت کرتے ہیں کہ
"ایک مرد بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا عرض کی
کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وضوء کرنے کے بعد مرد کا اپنے ذکر (شرمگاہ) کو
چھونے والے مسئلے کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم
نے فرمایا "وہ نہیں ہے مگر گوشت کا ایک لوتھڑا"
اور یہ قیاس ہی تو ہے

چوتھا واقعہ

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود سے سوال کیا گیا اس
مرد کے بارے میں جس نے عورت سے شادی کی اور اس کیلئے مہر ذکر نہ
کیا پھر دخول سے قبل شوہر انتقال کر گیا تو آپ رضی اللہ عنہ ایک ماہ
ٹھہرے پھر فرمایا "میں نے اس مسئلے سے اجتہاد کیا ہے اگر وہ درست
ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر وہ مسئلہ غلط ہے تو ابن ام عبد کی طرف
سے ہے فرمایا " اس عورت کیلئے مہر مثل ہے نہ اس میں کمی ہے نہ زیادتی"

صحۃ قیاس کی شرائط

قیاس کے درست ہونے کی پانچ شرطیں ہیں

أحدها ← أن لا یکون فی مقابلۃ النص (وہ قیاس نص کے مقابلے نہ ہو)

اس کی مثال وہ واقعہ ہے جو کہ حسن بن زیاد سے قہقہے کے متعلق
سوال کیا گیا (نماز میں) تو حسن بن زیاد نے فرمایا " قہقہہ کی وجہ سے وضو ٹوٹ
جائے گا تو سائل کہنے لگا

اگر کسی مرد نے نماز میں پاک دامن عورت پر تہمت لگائی تو اس کی وجہ سے تو اس کا وضوء نہیں ٹوٹ جائے گا باوجود اس کہ پاک دامن عورت پر تہمت لگانا بڑی ناپاکی ہے تو کس طرح قہقہہ سے ٹوٹ جاتی ہے طہارۃ۔ دیکھا آپ نے یہ قیاس نص کے مقابلے میں ہے تو اس کا اعتبار نہیں۔ اس کی نص یہ ہے کہ ایک صحابی جن کی آنکھوں میں خرابی تھی تو وہ کنوئیں میں گر گئے......

دوسرا واقعہ ملاحظہ ہو کہ جب ہم نے کہا "جاز حج المرأۃ مع المحرم" تو اس سے معلوم ہوا کہ اُمینات کے ساتھ بھی حج جائز ہو لیکن نہیں کیونکہ یہ قیاس نص کے مقابلے میں ہے۔ کہ حدیث مبارکہ میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان عالیشان ہے ((لا يحل لإمرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر فوق ثلاثة أيام ولياليها إلا ومعها أبوها أو زوجها أو ذو رحم محرم منها))

ثانیہا ہے أن لا يتضمن تغيير حكم من أحكام النص (نص کے احکام سے کسی حکم کو تبدیل نہ کرے)

وضوء کو تیمم پر قیاس کرتے ہوئے شوافع نے فرمایا (اَلنِّیَّۃُ شرط فِی الوُضُوءِ) حالانکہ یہ آیت وضو کو مطلق سے مقید کی طرف لے جانے والی ہے۔

اس طرح جب ہم نے کہا ((الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ)) تو خبر کی وجہ سے طواف میں ستر عورۃ اور طھارۃ نماز کی طرح شرط مراد لیا حالانکہ یہ ایسا قیاس ہے جو طواف کی نص کو مطلق سے مقید کی طرف لے جانے والا ہے۔

ثالثہا — ان لا یکون المعدی حکما لا یعقل معناہ

(اصل سے فرع کی طرف نکلنے والا حکم ایسا ہو کہ اس کی علت عقلا درست ہو)

نبیذ تمر کے ذریعے وضو کرنے کے جواز میں جس کا معنی / جسکی علۃ عقلا درست نہ ہونے سے تمسک ایک شافعی مشائخ نے فرمایا
نبیذ تمر پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا کہ دیگر انبذہ سے بھی قیاس کی وجہ سے جائز ہے وضو کرنا۔

یا کسی اور شافعی عالم نے فرمایا
اگر کسی مرد کو دوران نماز سر پر چوٹ لگی یا احتلام ہوا تو تو وہ نماز پر بنا کر سکتا ہے اس آدمی پر قیاس کرتے ہوئے جسے پھر میں حدث لاحق ہوا۔ یہ قیاس درست نہیں ہے۔
کیونکہ اصل جو حکم ہے (یعنی حدث) اس کی علۃ معقول نہیں تو حکم (اصل) کو فرع کی طرف متعدی کرنا ناممکن ہے۔

قال أصحاب الشافعی

The End

مستنصر اسماعیل عطاری
عبید مصطفیٰ ، محمد